مکمل ناول

مریم عزیز

"ہائے، مر گیا۔" وہ فون پر بات کر رہا تھا جب کسی نے زوردار بیٹ اس کی ٹانگ پر رسید کیا۔ فون کا ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ ایک ہاتھ سے ٹانگ تھام کر پیچھے کی طرف پلٹا جہاں زوہا بیٹ پکڑے جارحانہ تیوروں سے اسے گھور رہی تھی۔ "زوہا کی بچی!" وہ دانت کچکچا کر بولا پھر خود پر قابو پا کر ریسیور کو دوبارہ تھاما۔

"اوکے میں تم سے پھر بات کروں گا۔" وہ جلدی سے ریسیور رکھ کر اس کی طرف مڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" نیب نے غصے سے بیٹ اس کے ہاتھ سے چھینا۔

"یہ بدتمیزی نہیں تم سے بات کرنے کا طریقہ ہے کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔" زوہا نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے اسے گھورا۔

"تمہاری تکلیف کی وجہ جان سکتا ہوں؟۔" نیب نے احتیاطاً بیٹ کو بیڈ کے نیچے گھسا دیا۔

"یہ پچھلے آدھے گھنٹے سے کون سی بہن کے ساتھ دکھ سکھ ڈسکس کر رہے تھے؟۔" زوہا کے کہنے پر وہ تڑپ کر کھڑا ہوا۔

"کیا کہا، رانی کو میری بہن کہہ کر تم میرے جذبات کی توہین کر رہی ہو۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زوہا کا کچومر بنا دے۔

"رانی، یہ کون سی بلا ہے۔ پچھلی بار تو کوئی روا چڑیل تھی۔"

"زوہا! زوہا۔" نیب نے غصے سے اپنے ہی بال نوچ ڈالے۔ "دفع ہو جاؤ۔" اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا؟۔" زوہا نے پوری آنکھیں کھول کر اسے گھورا۔ "تمہاری اتنی ہمت میں ابھی جا کر ابو کو تمہارے ایک سو چھٹے افیئر کے بارے میں بتاتی ہوں۔ ابو! وہ وہیں سے چلاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی نیب نے سٹپٹا کر اسے دیکھا اور ایک دم اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چپ کر۔" اس نے باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو زوہا نے بڑی بے نیازی سے اس کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا۔

"اب کیا ہے؟۔" اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر منیب نے پوچھا۔

"چپ رہنے کی قیمت۔" زوہا کے مسکرانے پر اس نے سر تھام لیا۔

"زوہا! تم مجھے بہن کم بلیک میلر زیادہ لگتی ہو۔"

"جو بھی سمجھ لو' مجھے اچھی سی جگہ پر کھانا کھانا ہے۔"

"کیا؟۔" وہ اچھل پڑا۔

"مانتے ہو کہ میں جا کر سب کو بتاؤں؟۔" زوہا کی دھمکی پر وہ کچھ دیر ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

"ٹھیک ہے۔" اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن دو دن بعد۔"

وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی' وہ بھی پیر پٹختا ہوا باہر آگیا۔ زوہا کی مسکراہٹ اور منیب کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر تنویر صاحب بے ساختہ مسکرا دیے۔

"کیا ہوا' آج گڑیا بہت خوش لگ رہی ہے۔" زوہیب نے اسے قریب بٹھا کر اپنے بازو کے حلقے میں لے لیا۔

"بھائی! مولی مجھے ٹریٹ دے رہا ہے۔" اس نے شرارت سے منیب کے جارحانہ تیور دیکھے۔

"اچھا' وہ کس خوشی میں؟۔" زوہیب نے مسکرا کر منیب کا چہرہ دیکھا۔

"بس ایسے ہی۔" وہ ایک دم کھلکھلا کر ہنس پڑی تو تنویر صاحب نے بڑے پیار سے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

"بیٹا! تمہاری ماں آدھے گھنٹے سے چائے بنانے گئی ہوئی ہے۔ دیکھو چائے بن گئی ہے یا وہ پتی لینے سری لنکا چلی گئی ہے۔" تنویر صاحب نے کہا۔

"آپ بھی حد کرتے ہیں بچوں کی طرح شور کرنے لگتے ہیں۔ چائے کے ساتھ کباب فرائی کر رہی تھی' اس لیے دیر ہو گئی۔" طاہرہ نے مسکرا کر ٹرے میز پر رکھ دی تو تنویر صاحب نے مسکراتے ہوئے کپ اٹھا لیا۔

"آپ نے اور آپ کے ان دونوں بیٹوں نے مل کر اس لاڈلی کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ سوائے کھیل کود کے اور کوئی کام نہیں آتا۔" طاہرہ نے تنویر صاحب سے شکایت کی جبکہ وہ مزے سے کباب کھاتے ہوئے چینل بدل رہی تھی۔ فون کی بیل پر زوہیب اٹھ گیا۔

"میں ذرا اپنے دوست کی طرف جا رہا ہوں۔" فون سن کر زوہیب نے کہا۔

"بھائی! سونیا بھابھی کو میرا اسلام بھی دے دیجئے اور میرا بھی۔" منیب کے ساتھ زوہا بھی بولی تو وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ابو! آج ہماری پڑوسن آنٹی آئی تھیں۔" کھانے کے دوران زوہا نے تنویر صاحب کو مطلع کیا تو وہ سوالیہ نظروں سے طاہرہ کو دیکھنے لگے۔

"یہ ساتھ والے منیر صاحب کے گھر نئے لوگ شفٹ ہوئے ہیں' وہ ملنے آئی تھیں۔" ان کے کہنے پر وہ سر ہلاتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ابو! وہ اتنا بول رہی تھیں' انہوں نے تو مجھے بھی پیچھے چھوڑ دیا۔" زوہا کے انداز پر وہ سب ہنس پڑے۔

"پھر تو ان سے ملنا چاہیے تھا' آخر کوئی تو ہے جس نے تمہارا ریکارڈ توڑ دیا۔" منیب نے شرارت سے اس کا چہرہ دیکھا لیکن وہ اس کی طرف دیکھے بغیر تنویر صاحب کی طرف متوجہ رہی۔

"انہوں نے تو پورا انٹرویو لے ڈالا۔ یہ صوفے آپ نے کتنے کے بنوائے' یہ ڈیکوریشن پیس کتنے کا ہے؟ آپ کے کتنے بچے ہیں۔ پھر امی نے بتایا۔ میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے میرا بڑا بیٹا ایم اے اکنامکس کر کے ہماری فیکٹری سنبھال رہا ہے۔ اس سے چھوٹا میرا بیٹا منیب بی کام کے فائنل ایئر میں ہے پھر میں ہوں' تھرڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ۔" اس نے کافی فخر سے بتایا۔ "اور وہ کافی حیران تھیں۔ مجھے دیکھ کر پھر امی نے بتایا میں زوہیب بھائی سے آٹھ سال اور منیب سے صرف ایک سال چھوٹی ہوں۔"

"زوہا! پانی پی کر سانس لے لو' میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔" منیب نے پانی کا گلاس اس کے سامنے رکھ کر سر تھام لیا۔

"ابو! جب میں بولتی ہوں تو آپ کے سر میں درد ہونے لگتا ہے؟۔"

"بالکل نہیں۔ میری بیٹی' تو میری جان ہے۔ جس دن وہ کم بولتی ہے۔ مجھے تو مزہ ہی نہیں آتا۔" وہ کھل کر مسکرائی۔

"تو اور کیا' ہمارے گھر میں رونق ہی ہماری زوہا کی وجہ سے ہے۔" زوہیب کے کہنے پر اس نے منیب کی طرف ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو دیکھی میری اہمیت اور وہ مسکرا کر پلیٹ پر جھک گیا۔

"زوہیب! آج میں سارا دن فون کرتا رہا۔ تم آفس میں

نہیں۔ مولی کو بھیجا تو وہ بھی غائب۔" تنویر صاحب نے اچانک اسے مخاطب کیا۔

"وہ ابو! غزنوی آیا ہوا ہے تو میں مولی کو لے کر اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔"

"غزنوی کب آیا؟" وہ حیران ہوئے تھے۔

"دو تین دن ہوئے ہیں' وہ لوگ اب یہاں سیٹل ہونے کا سوچ رہے ہیں۔ اسے اپنے بنگلے کے لیے کچھ فرنیچر پسند کرنا تھا تو میں اس کے ساتھ چلا گیا۔"

"غزنوی تو دو سال پہلے بھی آیا تھا لیکن انکل' آنٹی سات سال بعد آ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کافی ترقی کی ہے' سنا ہے باہر بھی ان کا بزنس ہے اور ایکچوئلی غزنوی کافی جینئس ہے یہ ساری پروگریس اس کی وجہ سے ہے۔ ان سات سالوں میں فون اور میلز کے ذریعے ہم مسلسل رابطے میں تھے۔" زوہیب نے گلاس میں پانی ڈال کر تنویر صاحب کو دیکھا جو کافی دھیان سے اس کی بات سن رہے تھے۔

"یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں' کافی عجیب سا نہیں لگا غزنوی۔" زوہا نے اچانک منہ بنا کر کہا۔

"عجیب سا کیا' وہ بہت ہینڈسم ہے۔"

"تو میں سوچ رہا تھا' ان کی پرسنالٹی کس سے ملتی ہے۔" تنویر صاحب اور طاہرہ مسکراتے ہوئے ان کی بات چیت سن رہے تھے۔

"تو پھر اندازہ ہوا؟" طاہرہ نے پوچھا۔

"بہت سوچنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ان کی شکل جارج کلونی سے ملتی ہے۔" زوہیب اور زوہا کے ہنسنے پر زوہیب نے بری سی شکل بنائی "آپ کو مذاق لگ رہا ہے؟"

"ہم نے غور سے دیکھنا تھا کہیں سچ مچ کے جارج کلونی تو نہیں تھے۔" زوہا کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

تنویر صاحب نے ایک نظر زوہیب کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر ان دونوں کو جو مسلسل ہنس رہے تھے۔

"اوہو! تم دونوں کیوں لڑنے لگے ہو' وہ خوبصورت ہے یا نہیں۔ تم دونوں نے اسے مقابلہ حسن میں کھڑا کرنا ہے' چپ چاپ کھانا ختم کرو۔" طاہرہ کے ڈانٹنے پر وہ دونوں چپ چاپ پلیٹ پر جھک گئے جبکہ تنویر صاحب اور زوہیب مسکراتے ہوئے انہیں دیکھنے لگے۔

دروازہ کھلنے پر اس نے اخبار پر سے نظریں ہٹا کر اندر داخل ہوتے ہوئے اشرف کو دیکھا۔

"زوہیب صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"انہیں اندر بھیج دو۔" اس نے اخبار طے کر کے سائیڈ پر رکھ دیا۔ زوہیب کے اندر داخل ہوتے ہی وہ مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگ گیا۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" غزنوی کے کہنے پر زوہیب نے غصے سے اسے گھورا۔

"مجھے تو آنا ہی تھا کیونکہ تمہیں تو کبھی توفیق ہوئی نہیں۔" زوہیب نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ غزنوی اس کا خفا خفا انداز دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"وری فنی' میرے منہ پر کیا جوک لکھا ہے۔" اسے مسلسل مسکراتے دیکھ کر زوہیب نے اسے گھورا۔

"ویسے بھی تو روز آتے ہو' آج رو کیوں رہے ہو۔" غزنوی کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"آج سونیا کو لے کر جیولر کے پاس جانا تھا۔ تمہارے فون کی وجہ سے اسے منع کرنا پڑ گیا' اب یہ الگ مسئلہ ہے۔" اس کا مسئلہ سن کر غزنوی نے قہقہہ لگایا' جبکہ زوہیب نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو یوں کہو نا میری وجہ سے تم سونیا سے مل نہیں سکے چہ چہ۔ آئی ایم سوری۔ مجھے بالکل پتا نہیں تھا آج تمہاری......" غزنوی کے شرارتی انداز پر زوہیب نے متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھا پھر اپنے پیچھے رکھا کشن اٹھا کر اسے دے مارا جسے کیچ کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر ہنسنے لگا تھا۔

"یار! کیسے دوست ہو تمہیں تو میری حالت کا اندازہ ہونا چاہیے۔ میں اکیلا اتنے بڑے گھر میں نوکروں کے رحم و کرم پر پڑا ہوں نہ کوئی بہن نہ بھائی' ممی پاپا نے مجھے یہاں بھیج دیا۔ اب اگر اپنی تنہائی میں تمہیں بلا لیتا ہوں تو تمہارا کیا جاتا ہے۔"

"یہ مظلومیت کا ڈرامہ میرے سامنے مت کرو بے چارے انکل آنٹی کو مفت میں بدنام کر رکھا ہے۔ انہوں نے تمہیں بھیج دیا' اور بے چارے نوکر تمہارے رحم و کرم پر ہیں تم نہیں۔"

"ہاں! ممی کو پتا چلے نا کہ تم ان کے لاڈلے اکلوتے بیٹے کو ڈانٹ رہے ہو تو وہ تمہاری ہڈیاں توڑ دیں۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری' بلکہ آنٹی مجھے شاباشی دیں گی کہ دنیا

میں ایک بندہ ایسا ہے جو تمہیں ڈانٹ سکتا ہے۔" زوہیب کے چڑانے والے انداز پر وہ مسکرانے لگا۔

"لیکن ایسا کوئی نہیں جو مجھ سے اپنی بات منوا سکے۔" اس نے صوفے سے ٹیک لگا کر زوہیب کو دیکھا' جس نے گہری سانس لی تھی۔

"یہی تو مصیبت ہے۔" اس نے خود کلامی کی اور غور سے اس کے جاذب نظر چہرے کو دیکھا پھر سر جھٹک کر کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" غزنوی کارڈ اس کے ہاتھ سے لے کر کھولا پھر شرارت سے مسکرایا۔

"تو جناب دو ہفتے بعد شادی کر رہے ہیں۔"

"بالکل۔" زوہیب نے مسکراتے ہوئے جوس کا گلاس اٹھالیا۔

"یہ جو ہر وقت تنہائی کا رونا روتے رہتے ہو' شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

"اسی دن میری آنٹی سے بات ہوئی تھی۔ وہ الگ پریشان تھیں۔ اپنا نہیں تو کم از کم ان کا ہی خیال کر لو' آخر تم ان کے اکلوتے بیٹے ہو۔ تین سال سے وہ تمہارے پیچھے پڑی ہیں۔"

"تین سال سے نہیں سات سال سے ان کا بس چلتا تو او لیول میں ہی میری شادی کروا دیتیں" وہ اب بھی سنجیدہ نہیں تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا' سیریس ہوں' اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو آنٹی کو بتا دو' میرا خیال ہے تمہاری خوشی سے بڑھ کر ان کے لیے اور کچھ نہیں۔" اب غزنوی نے گلاس ٹیبل پر رکھ کر سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہی تو مصیبت ہے کہ جسے ڈھونڈ رہا ہوں' وہ ملتی ہی نہیں۔" زوہیب نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کہاں دیکھی تھی۔" زوہیب کے سوال پر وہ چونک کر مسکرایا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس ایک دھندلا سا عکس ہے۔ مسکراتا ہوا جگمگاتا ہوا۔ تقریباً" ساری دنیا گھوم چکا ہوں اس چہرے کی تلاش میں لیکن اب تک ناکام ہوں پر مجھے یقین ہے جس دن وہ چہرہ میرے سامنے آئے گا میں ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر اسے پہچان لوں گا۔"

"یہ کیا پاگل پن ہے غزنوی! تمہیں انکل، آنٹی کا ذرا سا احساس نہیں۔" غزنوی نے گہرا سانس خارج کیا۔

"یار! اس ٹاپک سے جان چھڑا کر میں یہاں آیا تھا اور تم بھی وہی لے بیٹھے۔ فارگیٹ اٹ' سلیم کھانا یہیں لے آؤ۔" وہ کچن کی طرف منہ کر کے بولا۔

"کھانا کھا کر شاپنگ پر چلنا ہے۔" غزنوی نے کھانے کے دوران کہا تو وہ سر ہلا کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چائے پینے کے دوران غزنوی کی بات پر اس نے قہقہہ لگایا تو تھوڑی سی چائے چھلک کر اس کے ٹراؤزر کو داغدار کر گئی۔

"سامنے جا کر لیفٹ سائیڈ پر واش روم ہے۔" غزنوی نے ہنستے ہوئے سامنے اشارہ کیا تو وہ مسکراتا ہوا پیچھے مڑا۔ ٹیبل پر رکھے موبائل کی بپ پر غزنوی نے جاتے ہوئے زوہیب کو دیکھا۔

"زوہیب! تمہارا سیل فون بج رہا ہے۔"

"یار! دیکھ لو۔" زوہیب کی جھنجلائی ہوئی آواز پر اس نے مسکرا کر فون اٹھالیا۔

"ہیلو۔" "موبی! تم بدتمیز' فضول آدمی تم ایک بار آؤ گھر' پھر تمہیں مزہ چکھاتی ہوں۔" اس کے ہیلو بولتے ہی کوئی نان اسٹاپ شروع ہو گیا۔ غزنوی پریشان ہو کر سیل فون کو کان سے ہٹا کر اسکرین پر دیکھا جہاں ہوم لکھا تھا۔ اس نے ایک بار پھر فون کان سے لگا کر ہیلو بولنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسری طرف موجود ہستی کچھ سننے کی روادار نہیں تھی۔

"میں تمہیں صحیح فضول کہتی ہوں موبی! آدھے گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ کنجوس میکڈونلڈ لے کر جانے کے لیے تمہیں اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ تم واپس آؤ۔ ساری عمر اس وعدہ خلافی کا انجام یاد رکھو گے بدتمیز انسان۔" آخر میں جوش اور غصے سے بھری ہوئی آواز بھرا گئی تو ایک مسکراہٹ نے غزنوی کے لبوں کو چھوا۔

"اب بولتے کیوں نہیں گونگے ہو گئے ہو۔" آواز میں ایک بار پھر جوش پیدا ہوا تو غزنوی کا دل بے ساختہ شرارت کے لیے مچلا۔ "آپ کچھ بولنے کا موقع دیں گی تو میں کچھ بولوں گا نا۔" دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ غزنوی کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ دوسری طرف سے نمبر کنفرم کیا گیا۔

"جی یہی نمبر ہے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا "موبی کہاں

"میں موبی ہی ہوں۔"
پتا نہیں کیوں دوسری طرف سے آتی آواز اسے مزید بات کرنے پر اکسا رہی تھی۔
"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔" دوسری طرف لہجے میں بے یقینی تھی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"آپ بہت بدتمیز انسان ہیں۔" فون بند ہونے پر اس نے مسکرا کر فون کو دیکھا۔
"کیا ہوا؟ تمہیں کوئی لطیفہ سنا گیا ہے۔" زوہیب نے اسے اکیلے مسکراتا دیکھ کر پوچھا تو وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔
"تمہارے گھر سے فون تھا۔ کوئی کسی موبی کو باتیں سنا رہا تھا۔" غزنوی کے کہنے پر زوہیب نے حیرت سے موبائل دیکھا۔
"اوہ! میں تو موبی کا موبائل لے آیا ہوں۔" اس نے جلدی سے نمبر پریس کیے۔
"موبی! تمہارا فون میرے پاس آگیا ہے زوہا کا فون آیا تھا۔ سخت ناراض ہے اب اگر عزت پیاری ہے تو گھر پہنچ جاؤ۔" زوہیب نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔
"چلو، چلنا نہیں۔" زوہیب نے چابیاں اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔
"ہاں چلو۔" غزنوی نے بھی اپنا سیل فون اٹھا لیا۔
کارڈ پھینکنے سے پہلے زوہا نے ایک نظر ان تینوں کو دیکھا۔
"جیتنے والے کو کیا ملے گا؟" اس کی سوالیہ نظریں ان تینوں پر جمی تھیں۔
"جھانپڑ۔" نقیب جلدی سے بولا۔
"میری طرف سے جوتی۔" سفیان نے ہاتھ کھڑا کر کے کہا۔
"اور میری طرف سے گالیاں۔" صبیحہ نے غصے سے اسے دیکھا کیونکہ وہ جانتے تھے وہ جیت رہی ہے۔ اور یہ اس کی مسلسل تیسری جیت تھی۔ اس دوران وہ ان سے پانچ سو روپے جیت چکی تھی۔ لہٰذا اب کی جیت پر ان تینوں کا صبر جواب دے گیا تھا۔ ان تینوں کے جارحانہ تیور دیکھ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"بس کنجوسو!"
"واہ! ہمیں تو کنجوس ایسے کہہ رہی ہو جیسے خود حاتم طائی کی قبر پر لات مار کر آرہی ہو۔ میرے دو سو روپے لے چکی ہو۔ آج صبح اتنی مشکل سے تایا جی سے نکلوائے تھے۔"

ماہنامہ کرن

نومبر کے عید نمبر کی ایک جھلک

- عید کی مناسبت سے قارئین بہنوں سے سروے "آؤ پھول چنیں"
- ساکشی تنور سے سحر ارشد کی ملاقات
- "مشہور تو ہم بھی ہیں" کے سلسلے میں بیگم رفعت عاطف راٹھور سے گفتگو
- "ایک حوالہ گھر میں ہے" کے سلسلے میں ساحر لدھیانوی کی گھریلو باتیں
- "مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا" میں دلچسپ سفر کی روداد
- "ہم بتاتے چلیں" میں تنویر نقوی کا تعارف
- "آواز دے کہاں ہے" قارئین کا پسندیدہ سلسلہ
- نگہت سیما اور فائزہ افتخار کے سلسلے وار ناول
- نادیہ امین، انیلا کرن اور فرحانہ حنیف کے مکمل ناول
- رابعہ کاشمیری، سائرہ عارف اور غزل یاسر ملک کے دلکش ناولٹ
- صائمہ بشیر، تحسین اختر، فرحانہ حیات، سعدیہ عیسیٰ اور شازیہ اسماء کے افسانے
- اور مستقل سلسلے

مفت

کرن کتاب "شادی زندگی کا اہم دن" جو شادی کی تیاری میں آپ کی مدد کرے گی۔ کرن کے ہر شمارے کے ساتھ مفت پیش خدمت ہے۔

سفیان نے حسرت سے اپنی جینز کی جیب تھپتھپائی۔

"کھیل میں ہار اور جیت تو ہوتی رہتی ہے۔ تم لوگ جانتے بھی ہو میں ہر دفعہ جیتتی ہوں پھر بھی بے وقوفوں کی طرح شرط لگا کر مجھ سے پنگا لے لیتے ہو۔" اس کی بے نیازی پر وہ تینوں تلملا اٹھے۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔" منیب نے غصے سے اسے دیکھا۔

"تمہاری بہن۔" اس نے مسکرا کر منیب کا سرخ چہرہ دیکھا۔

"اور بھائی میرے، اتنا غصہ صحت کے لیے ٹھیک نہیں میں جانتی ہوں تمہیں اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے پر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو صوبی سے پیسے جیتے تھے تمہیں کس نے کہا تھا اپنی منگیتر کی مالی امداد کرنے کو۔" اس نے معصومیت سے ان دونوں کو دیکھا تو دونوں نے کارڈ کارپٹ پر پٹخ دیے۔

"اپنی خالہ کے گھر سے مار کھا کر آئے ہو تم دونوں؟"۔ زوہا نے کارڈ اکٹھے کرتے ہوئے سفیان اور صبیحہ کو دیکھا۔

"گھر سے تو بڑے خوش نکلے تھے تمہاری شکل دیکھتے ہی ہماری شکل ایسی ہو گئی ہے۔" سفیان کے تفصیلے لہجے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"ہاں بھئی تم بھی صحیح کہتے ہو تم لوگوں نے کبھی خوبصورت لڑکی جو نہیں دیکھی۔" زوہا کے سنجیدہ انداز پر منیب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ جسے چھپانے کے لیے وہ تیزی سے سی ڈی پلیئر کی طرف مڑا۔

"حد ہے خوش فہمی کی۔" سفیان نے مسکرا کر اسے چڑایا۔

"یہ خوش فہمی نہیں یقین ہے۔" زوہا نے فرضی کالر جھاڑے۔

"تمہاری منگنی میرے ساتھ ہوتی تو میں تمہیں سیدھا کر دیتا۔" سفیان کے انداز پر وہ کھل کر مسکرائی۔

"تو یوں کہو نا تمہیں ہماری منگنی نہ ہونے کا دکھ ہے۔"

"دکھ؟ مجھے تو خوشی ہے کہ اللہ نے مجھے بچا لیا ورنہ تم سے شادی کر کے میں ساری عمر سر پکڑ کر روتا۔"

"یہ تو اب تم زیادتی کر رہے ہو۔" زوہا کے انداز پر منیب اور صبیحہ دونوں ہنس پڑے۔

"سچ صوبی! تین دن سے میں تمہیں بہت مس کر رہی تھی لیکن سفیان نہیں تھا تو سچ بڑا سکون تھا۔"

"بھاڑ میں جاؤ۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"موبی! چلو ٹینس کھیلتے ہیں یہاں تو جلنے کی بو آ رہی ہے۔" زوہا نے مسکراتے ہوئے سفیان کو دیکھا تو کوشش کے باوجود بھی وہ اپنی مسکراہٹ نہیں روک سکا۔

"میں بھی کھیلوں گا لیکن پلیز یہ بتا دو اس گیم میں تو کوئی شرط نہیں ہے نا؟"۔ سفیان کے پریشانی سے پوچھنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"نہیں سوائے اس کے جو جیتا وہ سکندر جو ہارا وہ بندر۔" وہ کہہ کر باہر تیزی سے نکل گئی تو وہ تینوں بھی مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑے۔

☼ ☼ ☼

"آج جناب کیسے راستہ بھول پڑے۔" غزنوی کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر زوہیب نے کرسی چھوڑ دی۔ اس سے گلے مل کر غزنوی مسکراتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آج آفس جانے کا موڈ نہیں بنا تو سوچا تمہاری شکل دیکھ آؤں۔" غزنوی نے پیپر ویٹ ہاتھوں سے گھماتے ہوئے اس کو دیکھا۔

"اب دیکھ لی ہے تو بتاؤ کیسا لگ رہا ہوں۔" زوہیب نے ہاتھوں سے بال سنوارتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔

"آج کل تو ویسے بھی تمہارے چہرے پر نور برس رہا ہے آفٹر آل! کچھ دنوں میں جناب کے سہرے کے پھول جو کھلنے والے ہیں۔" غزنوی کے شرارت بھرے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"چائے پیو گے؟"۔ زوہیب نے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"پیوں گا لیکن ابھی نہیں، ابھی میں نے کھانا بھی نہیں کھایا تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں لنچ اکٹھے کرتے ہیں۔" غزنوی نے کار کی چابیاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں لنچ تو میں نے بھی نہیں کیا۔ چلو آج میں تمہیں لنچ کرواتا ہوں تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

"اچھا کون سے ڈھابے پر لے جا رہے ہو؟"

"بکو مت گھر لے کر جا رہا ہوں۔" زوہیب کی بات پر وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"نہیں یار! اچھا نہیں لگتا۔" اس کے کہنے پر زوہیب نے پلٹ کر اسے دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر پھر چلنے لگا۔

"آج مجھے تمہارا ایک بھی فضول بہانہ نہیں سننا۔ ای

"کو تم سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔" کار کا دروازہ کھولتے ہوئے زوہیب نے کہا۔

"سرور" غزنوی نے ڈرائیور کو آواز دی تو وہ بھاگتا ہوا آیا۔

"تم کار گھر لے جاؤ۔" غزنوی کے چابی پکڑانے پر وہ سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"موبی تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ ان فیکٹ وہ تمہاری پرسنالٹی سے بڑا امپریس ہے۔" غزنوی مسکرا دیا۔

"بائے دا وے یہ موبی کون ہے؟" غزنوی نے پوچھنے پر اس نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"ساری کہانی سننے کے بعد پوچھ رہے ہو کہانی کیا تھی؟ منیب کی بات کر رہا ہوں۔"

"او اچھا۔" غزنوی نے سر ہلایا۔ وہ لوگ گاڑی سے اتر رہے تھے جب کسی نے زوہیب کو پکارا۔

"کیسے ہیں انکل؟" وہ آنے والے سے مصافحہ کر رہا تھا۔

"انکل! یہ میرا بیسٹ فرینڈ غزنوی کمال اور غزنوی یہ ہمارے پڑوسی اور ابو کے دوست ہیں۔" زوہیب کے تعارف کروانے پر غزنوی نے ان سے ہاتھ ملایا۔

"جیتے رہو۔" انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ باتوں کے دوران زوہیب نے کار کی دوسری طرف کھڑے غزنوی کو دیکھا جس کی شکل سے اکتاہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ پھر اس نے سامنے کھڑے انکل کو دیکھا جن کا فی الحال اسے چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"غزنوی تم اندر چلو میں آرہا ہوں۔" زوہیب کے کہنے پر غزنوی نے ایک نظر اسے دیکھا اور اسے جلدی آنے کا اشارہ کرتے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ گیٹ کے قریب کھڑے ہو کر اس نے زوہیب کو دیکھا جو بڑے مگن انداز میں سامنے والے کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں گھسا لیے اور چند قدم آگے بڑھ کر گھر کا جائزہ لینے لگا تبھی ایک سریلی ہنسی اس کی سماعت سے ٹکرائی، اس نے چونک کر سامنے دیکھا اسی پل کوئی بھاگتا ہوا آیا تھا۔ اس کے وجود کو جھٹکا لگا تھا اگلے پل ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کی ساکت نظریں اس چہرے پر جمی تھیں۔ وہ جگمگاتا ہوا چہرہ جو اس کے خیالوں میں بستا تھا۔ جس کی تلاش میں وہ سالوں سے نگری نگری گھوم رہا تھا۔ وہ چہرہ حقیقت بن کر اپنے پورے جلوؤں سمیت اس کے سامنے تھا۔ وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہوئے اس نے سر اٹھایا۔ غزنوی کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت اتری تھی اور مسکراتے ہوئے ہونٹ سکڑ گئے تھے۔ تین لوگ اور اس کے پیچھے آئے تھے اسے وہاں دیکھ کر وہ بھی ٹھٹھک کر رک گئے۔

"ارے غزنوی بھائی!" منیب مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ "کیسے ہیں آپ؟" اس کے ساکت وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ اسے وہاں سے نظریں ہٹانے کے لیے اپنی پوری توانائی صرف کرنا پڑی تھی۔

"فائن۔" غزنوی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ مصافحہ کے لیے اس کی طرف بڑھایا۔

"شیطانوں کی ٹولی آج بھی جمع ہو گئی ہے۔" ان چاروں کو اکٹھا دیکھ کر زوہیب دور سے ہی بول پڑا۔

"سوری یار، انکل جب بھی ملتے ہیں بس پھر ایسے ہی چپک جاتے ہیں۔" غزنوی نے مسکرا کر زوہیب کو دیکھا۔

"موبی کو تو تم جانتے ہو میرا بھائی، یہ صبیحہ اور سفیان ہیں میرے چچا کے بچے ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور یہ میری چھوٹی بہن۔" زوہیب کے تعارف کروانے تک وہ کافی حد تک خود کو نارمل کر چکا تھا۔

"چلو آؤ اندر چلتے ہیں۔" زوہیب کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ چل پڑا۔

"امی! دیکھیں آج میں غزنوی کو لے آیا ہوں۔" زوہیب کی آواز پر طاہرہ نے مڑ کر دیکھا جہاں خوبصورت نقوش اور لمبے چوڑے سراپے کے ساتھ ایک شاندار بندہ کھڑا تھا۔

"ماشاء اللہ۔" بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔ غزنوی انہیں سلام کرکے ان کے سامنے جھکا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔ پیار لینے کی یہ ادا انہیں بہت پسند آئی تھی۔

"اتنے سالوں سے تمہارا ذکر سن رہی ہوں زوہیب کے اتنے اچھے دوست ہو اور آج پہلی بار آئے ہو۔ صرف ایک بار تمہیں دیکھا تھا سات سال پہلے لیکن اب تو تم بہت بدل گئے ہو۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے سراہتی ہوئی نظروں سے دیکھا تو وہ سر جھکا کر مسکرا دیا۔

آج اس کی بے چینی کو قرار ملا تھا۔ آج وہ چہرہ سامنے آیا تھا جس نے پہلی نظر میں اسے اپنا بنا لیا تھا۔ چائے پینے کے دوران اس کے موبائل کی بیپ بجی اسکرین پر اس کے مینجر کا نمبر تھا۔ اس کی نظر بے ساختہ کلائی پر بندھی گھڑی پر

گئیں جہاں پانچ بج رہے تھے۔ ساڑھے پانچ بجے اس کی میٹنگ تھی وہ طاہرہ سے ایکسکیوز کرتے ہوئے زوہیب کے ساتھ باہر نکل گیا۔

گھر پہنچ کر اس نے کوٹ صوفے پر پھینک کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ آج پہلی بار اسے گھر کا سناٹا بہت محسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ تنہائی اسے پسند تھی کیونکہ اکلوتا ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ اکیلا رہا تھا لیکن آج اسے یہ تنہائی بہت بری لگ رہی تھی۔

وہ اس گھر میں وہ سریلی ہنسی سننا چاہتا تھا۔ پہلے اس چہرے کو دیکھنے کی چاہ تھی۔ آج اسے پانے کی چاہ تھی۔ وہ صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

"آپ کے لیے کھانا لگاؤں۔" سلیم کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں، میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔" وہ کوٹ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ کپڑے بدل کر بستر پر لیٹ کر چھت کو گھورنے لگا۔ آج پہلی بار اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ پہلے کبھی زوہیب کے گھر کیوں نہیں گیا اس کی منزل بالکل اس کے سامنے تھی۔ پھر بھی وہ سالوں اس کی تلاش میں بھٹکتا رہا۔ آج جب وہ سامنے آئی تھی تو واقعی ایک پل کا توقف کیے بغیر اس نے اسے پہچان لیا تھا۔ حالانکہ اس کے خیالوں میں ایک دھندلا سا عکس تھا۔ یعنی اس کا یقین صحیح تھا کہ وہ چہرہ اس دنیا میں موجود ہے۔ جو نظر نہ آنے کے باوجود اس کی آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ ان آنکھوں کے پیچھے بھی وہی چہرہ نظر آ رہا تھا۔ صبح آنکھ کھلتے ہی اسے سب سے پہلا خیال زوہا کا آیا تھا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جو سات بجا رہی تھی وہ کچھ دیر سستی سے لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ اسے ڈائننگ روم میں داخل ہوتا دیکھ کر سلیم نے کافی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اس کے دیکھنے پر وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا ناشتے کے دوران اس نے ایک بار پھر گھڑی کو دیکھا جہاں نو بجے تھے۔ آج جانے کیوں وقت گزر ہی نہیں رہا تھا۔ کہاں وہ گیارہ بجے اٹھتا تھا اور آج کہاں وہ نو بجے بالکل فارغ تھا۔ اس نے جھنجلا کر موبائل فون اٹھا لیا۔ باہر سرور کی حیران نظروں نے اس کے ماتھے پر بل ڈال دیے تھے۔ جنہیں دیکھ کر سرور نے جلدی سے کار کا دروازہ کھولا۔

"تم رہنے دو میں آج خود ڈرائیو کروں گا۔" غزنوی نے اس کے ہاتھ سے چابیاں لے لیں۔ ان لوگوں کی حیرانی بھی بجا تھی وہ پہلے بھی کافی عرصہ یہاں رہا تھا اور اب بھی اسے کافی دن ہو گئے تھے۔ اس کے اٹھنے کی گھر آنے کی مخصوص روٹین تھی۔ لیکن کیا کیا جائے دل کے معاملے بڑے بے اختیار ہوتے ہیں۔ صرف زوہا کو دیکھنے کی چاہ نے اس کی سالوں کی روٹین بدل دی تھی۔ وہ بڑے خوشگوار موڈ میں کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ لیکن زوہیب کی گلی میں داخل ہونے سے پہلے اس نے کار روک دی۔ اور گھڑی کی طرف دیکھا جہاں دس بجے تھے اور ایک بار پھر نظریں اٹھا کر دور سے نظر آتے براؤن گیٹ کو دیکھا۔ اتنے سالوں میں وہ کبھی زوہیب کے گھر نہیں گیا تھا۔ کل پہلی بار وہ اس کے اصرار پر گیا اور آج اگر وہ اتنی صبح ان کے گھر چلا جاتا تو یقیناً زوہیب حیران ہوتا۔ اس کے پاس جانے کی وجہ تو تھی لیکن زوہیب کو بتانے والی کوئی وجہ نہیں تھی۔ وہ کچھ دیر ہونٹ بھینچ کر براؤن گیٹ کو دیکھتا رہا۔ دماغ اسے جانے سے منع کر رہا تھا اور دل جانے پر اکسا رہا تھا۔

آخر کار اس نے کار اسٹارٹ کر دی اس نے دماغ کی بات مان لی تھی۔ زوہا اس کی منزل تھی۔ اور اس منزل تک جانے والا راستہ بالکل صاف اور سیدھا تھا اور وہ جانتا تھا اس راستے پر چل کر وہ ہمیشہ کے لیے اسے پا لے گا۔ اس نے مسکراتے ہوئے موبائل نکالا۔ اس کی انگلیاں امریکہ کا نمبر ڈائل کر رہی تھیں۔

✡ ✡ ✡

کپڑے استری کرنے کے بعد اس نے انہیں بیڈ پر پھیلا دیا۔ اور پیچھے ہٹ کر ان کا جائزہ لینے لگی کچھ دیر تک وہ منہ کے ٹیڑھے زاویے بنا بنا کر انہیں دیکھتی رہی اور ایک بار پھر وارڈ روب کی طرف مڑ گئی۔ اس بار اس نے بلیک اور ریڈ سوٹ کا انتخاب کیا۔ وہ سوٹ کو اپنے ساتھ لگا کر دیکھ رہی تھی جب اس نے آئینے میں سے منیب کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

"ہو گئی جناب کی صبح۔" زوہا نے مڑ کر اسے دیکھا جو اب بھی جمائیاں لے رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا بستر کے قریب آیا اور اچانک اس کے پریس کیے ہوئے کپڑوں پر ڈھیر ہو گیا۔ زوہا کے منہ سے زوردار چیخ نکلی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

"موٹی! بدتمیز انسان پرے مرو۔ آنکھیں کیا اپنے کمرے میں رکھ آئے ہو۔" منیب کو دھکا دے کر اس نے

اپنا سوٹ دیکھا جو شکنوں سے پر ہو چکا تھا۔ اس نے خونخوار نظروں سے مغیب کو دیکھا۔

"سوری، مجھے پتا ہی نہیں چلا میں دوبارہ پریس کر دیتا ہوں۔" مغیب نے اس کا غصہ دیکھ کر جلدی سے کہا تو اس نے کپڑوں کو گولا بنا کر اس پر دے مارا۔ مغیب آئرن اسٹینڈ کی طرف بڑھا تو وہ مسکرا دی۔

"رہنے دو، مجھے وہ کپڑے نہیں پہننے۔" اس کے کہنے کی دیر تھی وہ جلدی سے کپڑے آئرن اسٹینڈ پر رکھ کر دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔

"رات کو تم کافی لیٹ آئے تھے۔" زوہا کیوٹکس لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ایک بج گیا تھا۔ پہلے عثمان کو لینے ایئرپورٹ گئے پھر وہاں سے پھوپھو کے گھر۔ انہوں نے کھانے پر روک لیا، اسی لیے دیر ہو گئی۔ ویسے پھپھو تمہیں بہت یاد کر رہی تھیں۔" مغیب نے مسکراتے ہوئے زوہا کو دیکھا جو بڑے انہماک سے اپنے ناخنوں کو رنگنے میں مصروف تھی۔

"عثمان بھی تمہارا بہت پوچھ رہا تھا۔" زوہا نے ناخنوں پر سے نظر ہٹا کر مغیب کا چہرہ دیکھا جہاں واضح شرارت جھلک رہی تھی۔ اس نے مسکراہٹ ہونٹوں پر ہی روک لی چہرے پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولی۔

"تمیز سے نام لیا کرو تم سے تین سال بڑا ہے۔" اس کے کہنے پر وہ فوراً سے اٹھ بیٹھا۔

"مجھ سے تو تین سال بڑا ہے تم سے تو چار سال بڑا ہے تم کتنی تمیز سے بات کرتی ہو؟"

"میری بات اور ہے۔" زوہا کے کہنے پر وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر پھر لیٹ گیا۔

"میرے سے اتنا احترام نہیں ہوتا کم از کم اس کے لیے۔"

"یہی مسئلہ میرے ساتھ بھی ہے۔" زوہا کی بات سن کر وہ جلدی سے بولا۔

"ویسے اب بھی ویسا ہی سڑیل ہے؟"

"سو فیصد ویسے کا ویسا، مجھے تو کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی۔" زوہا نے ایک نظر مغیب کو دیکھا جو گنگنا رہا تھا۔ اس نے نیل پالش واپس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔

"موٹی" طاہرہ کی آواز پر مغیب جھٹکے سے اٹھا اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتا وہ اندر آ چکی تھیں۔" حد ہوتی ہے سستی کی بھی میں نے تمہیں کہا تھا زوہا کو چھوڑ کر مارکیٹ چلے جاؤ اور تم ابھی تک یہیں بیٹھے ہو۔" وہ کافی غصے میں تھیں۔

"بس امی! جا رہا تھا۔" وہ سر کھجاتا ہوا جلدی سے باہر نکل گیا۔

"زوہا جلدی سے نیچے آجاؤ۔ تمہاری پھپھو آنے والی ہیں اور اپنا حلیہ بھی درست کر لو۔" انہوں نے انگلی سے اس کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"جی۔" وہ جلدی سے ہاتھ میں پکڑے کپڑے لے کر باتھ روم میں گھس گئی جب وہ لاؤنج میں پہنچی پھوپھو اپنی فیملی کے ساتھ پہنچ چکی تھیں۔ اس کی پہلی نظر عثمان پر پڑی جو سنجیدگی سے سب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر دروازے کے پاس کھڑی زوہا پر پڑی ایک جاندار مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی۔ زوہا نے مسکرا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ پھوپھو اور انکل کو سلام کر کے وہ سونیا کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کے آتے ہی سفیان اور صبیحہ اس کے پاس آگئے۔

"اور عثمان! اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔" کھانے کے دوران تنویر صاحب نے عثمان سے پوچھا تو زوہا نے پلیٹ سے نظریں اٹھا کر عثمان کو دیکھا۔

"کوئی خاص پلاننگ تو نہیں کی، ابھی تو بس سوچ رہا ہوں۔"

"کیوں پاکستان میں جاب کرنے کا تمہارا کوئی ارادہ نہیں۔" اچانک تنویر صاحب نے کھانے سے ہاتھ روک لیا تو زوہیب بھی سنجیدگی سے عثمان کو دیکھنے لگا۔

"ماموں! دراصل آسٹریلیا میں بھی میرے پاس ایک دو اچھی آفرز تھیں۔ اگر وہاں سے کوئی یونیورسٹی سپانسر نہیں ملا تو پھر پاکستان میں ہی جاب کروں گا۔" جواب دے کر وہ ایک بار پھر کھانے میں مصروف ہو گیا تھا جبکہ تنویر صاحب نے سنجیدگی سے زوہیب کو دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں تو سوچ رہی ہوں اب عثمان آیا ہوا ہے تو کیوں نہ نکاح کر دیا جائے اور رخصتی زوہا کی گریجویشن کے بعد کر لیتے ہیں۔" عائشہ (عثمان کی امی) نے تائیدی نظروں سے تنویر صاحب کو دیکھا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ سفیان نے اشارے سے زوہا کو V کا نشان دکھایا تھا جبکہ صبیحہ کی زوردار کہنی پر وہ کراہ کر رہ گئی تھی۔

زوہا کے ابو دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ سب سے بڑے تنویر صاحب تھے جن کے تین بچے تھے زوہیب، مغیب اور زوہا پھر اس کی پھوپھو تھیں عائشہ ان کے بھی دو بیٹے اور

ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑا عثمان تھا جو آسٹریلیا سے انجینئرنگ کی ڈگری لے کر آیا تھا۔ آج کی تقریب کا اہتمام اس کے لیے تھا اور پچھلے سال زوہا نے عثمان کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی۔ پھر سونیا تھی جس کا نکاح تین سال پہلے زوہیب سے ہوا تھا اور پھر سہیل تھا۔ جو گریجویشن تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد انکل کی فیکٹری سنبھال رہا تھا۔ پھر اس کے چچا تھے جو سعودی عرب میں اپنی بیوی کے ساتھ رہتے تھے ان کے دو بچے تھے سفیان اور صبیحہ اور وہ لوگ پچھلے پانچ سالوں سے پڑھائی کے سلسلے میں ان کے ساتھ رہ رہے تھے۔ سفیان، نمیب اور صبیحہ اس کی ہم عمر تھی۔ اور ان چاروں میں اس قدر دوستی تھی کہ ایک دوسرے کے ہوتے ہوئے انہیں کسی دوست کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ طاہرہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں۔ جب تک اس کے نانا نانی زندہ رہے ان کا بھی خیال تھا لیکن ان کی وفات کے بعد وہ بھی ختم ہو گیا۔ دو سال پہلے نمیب اور صبیحہ کی بھی منگنی ہو گئی تو ان کی دوستی اور گہری ہو گئی۔ اس کے ابو کو اپنے بہن بھائی سے بہت پیار تھا اور کچھ وہ لوگ ایک دوسرے سے اس طرح منسوب تھے کہ محبت اور انسیت کا ان کے درمیان ہونا فطرتی امر تھا۔

☼ ☼ ☼

سامنے رکھے ڈبے پر بہت خوبصورت ریپر چڑھا تھا۔ جس پر ایک چھوٹا سا کارڈ لگا تھا۔ اس نے جلدی سے کارڈ پر نظریں دوڑائیں۔

My Dearest Sister
Zoha Very Happy Birthday
To

وہ کھل کر مسکرائی۔

اس نے بڑے اشتیاق سے ریپر پھاڑ کر ڈبہ نکالا مگر ہاتھ میں آنے والے سرخ و سفید ٹیڈی بیئر کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"کیسا لگا؟" اپنے پیچھے زوہیب کی آواز سن کر وہ آہستہ سے پلٹی۔

"اچھا لگا نا مجھے پتا تھا تمہیں پسند آئے گا۔" اس کا جواب سنے بغیر وہ جلدی سے بولا۔ اس نے ایک بار پھر اس ٹیڈی بیئر کو دیکھا۔ جبکہ اس کی رونی صورت دیکھ کر زوہیب کے پیچھے کھڑے نمیب کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ زوہا نے نمیب کے ساتھ کھڑے سفیان اور صبیحہ کو دیکھا جن کے ہونٹوں پر بھی دبی دبی ہنسی تھی۔ اس نے ان پر سے نظریں ہٹا کر شاپنگ سینٹر میں گزرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ اگر وہ اس وقت اک عوامی جگہ پر کھڑی نہ ہوتی تو یقیناً رونا شروع کر دیتی۔ ضبط کرتے کرتے بھی اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔

"زوہا گفٹ پسند نہیں آیا؟" زوہیب نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"بہت اچھا ہے۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی "پچھلے دو گھنٹوں سے اس گفٹ کی خریداری کے لیے آپ نے مجھے خوار کر رکھا تھا جس کو دیکھو گفٹ کے نام پر عجوبے مجھے تھما دیتا ہے۔ یہ مولی صبح سات بجے مجھے وش کرنے آیا تھا ٹافیوں کا پیکٹ لے کر اور یہ سفیان اس نے مجھے گڑیا دی اور صبیحہ نے ڈائری مجھے تو حیرت ہے آپ نے مجھے فیڈر کیوں نہیں گفٹ کیا۔" اس کے آخری جملے پر وہ چاروں ہنس پڑے۔

"زوہا! تمہیں میرا گفٹ پسند نہیں آیا؟" زوہیب نے اسے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"بھائی! میں اب بچی نہیں رہی بڑی ہو گئی ہوں۔ کالج گرل ہوں۔ پھر بھی مجھے ایسے گفٹ ملتے ہیں۔ ایسے گفٹ کو اب اسکول کے بچے بھی نہیں لیتے۔" اس نے منہ پھلا کر کہا تو زوہیب مسکرا دیا۔

"اچھا بابا، نیکسٹ ٹائم ہم تمہیں بڑوں والے گفٹس دیں گے خوش۔" زوہیب نے ان کا گال تھپتھپایا تو وہ مسکرا دی۔ "بڑی کالج گرل بنتی ہو لیکن جو تمہاری حرکتیں ہیں وہ آج کل اسکول گرل بھی نہیں کرتیں۔" باہر نکلتے ہوئے نمیب نے شرارت سے اس کے قریب جا کر کہا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟" حسب توقع وہ بگڑ گئی۔

"اچھا اب بتاؤ کھانا کیا ہے؟" زوہیب کے پوچھنے پر وہ منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی تو نمیب اور سفیان اپنی پسند بتانے لگے۔ اچانک اس کی نظر غزنوی پر پڑی اس نے جلدی سے زوہیب کا کندھا ہلایا۔

"بھائی! وہ آپ کے فرینڈ۔" اس کے کہنے پر وہ چاروں بھی پارکنگ کی طرف دیکھنے لگے۔

"غزنوی!" زوہیب نے بے ساختہ اسے آواز دی۔ غزنوی نے چونک کر پیچھے دیکھا جہاں شاپنگ سینٹر کے باہر سیڑھیوں کے قریب زوہیب کھڑا تھا۔ اور اس کے پیچھے نظر

آنے والے چہرے نے اس کی آنکھوں میں کئی دیپ جلادیے تھے۔ وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"عجیب انسان ہو' کہاں میری جان نہیں چھوڑتے تھے اور اب کہاں تین دن سے غائب ہو۔" اسے دیکھتے ہی زوہیب شروع ہوگیا۔

"نہیں تھا' بس کچھ مصروفیت تھی۔" غزنوی نے مسکرا کر کہا اور باری باری سفیان اور منیب سے مصافحہ کیا۔

"یہاں کیا کررہے ہو؟"

"ظاہری بات ہے شاپنگ کرنے آیا ہوں۔" زوہیب کے سوال پر وہ جلدی سے بولا۔

"اور تم؟" غزنوی نے نظریں زوہیب پر ٹکاتے ہوئے پوچھا وہ حتی الامکان اس کے دائیں طرف دیکھنے سے گریز کررہا تھا۔

"میں ان کے ساتھ آیا تھا آج زوہا کی سالگرہ تھی اس کو گفٹ دلانے۔" زوہیب نے شرارت سے زوہا کو دیکھا جس کا منہ اب بھی پھولا ہوا تھا۔ غزنوی کی نظریں خود بخود اس کے چہرے پر جا رکیں۔

"ہیپی برتھ ڈے۔"

"تھینکس۔" برائے نام قسم کا جواب موصول ہوا تو بڑی محظوظ ہونے والی مسکراہٹ غزنوی کے ہونٹوں پر آئی۔

"تم کیا شاپنگ کرنے آئے ہو؟" زوہیب کے سوال پر غزنوی نے زوہا کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹالیں۔

"ایسی کوئی خاص نہیں' تمہارا کیا پروگرام ہے۔ میں ذرا ان کو کچھ کھلا پلا لوں' تم بھی چلو۔" اچانک زوہیب نے اسے بھی آفر کردی۔

غزنوی نے ایک پل کے لیے سوچا۔

"چلیں نا غزنوی بھائی!" منیب کے کہنے پر اس نے زوہا کو دیکھا جو بے نیازی سے دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

"چلو۔" اس نے دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر ریسٹورنٹ میں سب کے بیٹھتے ہی زوہیب نے ویٹر کو آواز دی تھی۔ ویٹر نے مینیو کارڈز ان سب کے آگے رکھے۔

"میرا خیال ہے آئس کریم ٹھیک رہے گی۔" زوہیب نے تائیدی نظروں سے زوہا کو دیکھا جس نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"بھائی آئس کریم بعد میں پہلے کچھ اور منگوائیں۔" زوہا کے شاہی انداز پر زوہیب نے بے بسی سے منیب کو دیکھا۔

"گڑیا! آج آئس کریم ہی ٹھیک ہے۔" زوہیب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ کیونکہ جلدی میں وہ زیادہ پیسے لینا بھول گیا تھا۔ اب والٹ میں صرف دو یا تین سو روپے تھے۔

"مجھے نہیں کچھ کھانا۔" حسب توقع اس نے منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنا شروع کردیا۔ منیب نے شرمندگی سے چور نظروں سے غزنوی کو دیکھا جو بڑی دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ سفیان نے نظریں اٹھا کر ویٹر کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی تو وہ بھی کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ غزنوی کو دیکھنے لگا۔

"آپ کو کیا کھانا ہے؟" اچانک غزنوی نے آگے جھک کر اپنے سامنے بیٹھی زوہا کو مخاطب کیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ اب بھی روٹھی روٹھی لگ رہی تھی۔

"آج آپ کا برتھ ڈے ہے آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ آپ آرڈر کریں۔" اس دوران زوہا نے پہلی بار اس کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

"آج کی ٹریٹ میری طرف سے۔" زوہا نے اب پریشان نظروں سے اسے دیکھا۔

"غزنوی! زوہا مذاق کررہی ہے۔" زوہیب اب کچھ سنجیدگی سے بولا۔ زوہا نے ایک نظر بھائی کا چہرہ دیکھا پھر جلدی سے بولی۔

"میں بس ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" غزنوی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جہاں اب گھبراہٹ تھی وہ شوخ اور معصوم تاثر غائب ہوچکا تھا۔

"زوہیب! ٹریٹ میں دے رہا ہوں بل بھی میں پے کروں گا اگر تمہیں منظور نہیں تو آئی ایم سوری' مجھے اجازت دو۔" غزنوی ایک دم کھڑا ہوگیا اس کے سنجیدہ انداز پر زوہیب کے ساتھ وہ چاروں بھی ہکا بکا رہ گئے تھے۔ منیب نے کھا جانے والی نظروں سے زوہا کو دیکھا کچھ ایسا ہی حال سفیان اور صبیحہ کا تھا۔ وہ کنفیوز ہوگئی۔

"کیا تکلیف ہے بیٹھ جاؤ۔" زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھالیا۔

"آپ سب اپنی اپنی پسند بتادیں۔" اس نے چاروں کو مخاطب کیا لیکن وہ چاروں ہچکچا رہے تھے۔

"زوہیب تم کہو انہیں۔" غزنوی نے خاموش بیٹھے زوہیب سے کہا۔

"چلو بھئی وہ بے چارہ کب کا کھڑا ہے۔" زوہیب نے (گاڑی) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوشگوار انداز میں کہا۔ تو (ان) چاروں نے سکون کا سانس لیا۔ کھانے پینے کے بعد وہ (اٹھ) کھڑے ہوئے۔

"غزنوی بھائی ٹریٹ کے لیے شکریہ۔" منیب کے کہنے (پر وہ) مسکرا کران کی طرف مڑا۔

"میری وجہ سے آپ کے کافی پیسے خرچ ہو گئے۔" زوہا (کا) انداز شرمندگی لیے ہوئے تھا۔

"میرا سب کچھ تمہارا ہی تو ہے، مجھ سمیت۔" اس نے (دل) میں جواب دیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں اصل میں آپ لوگوں کے ساتھ (وقت) گزار کر مجھے بہت اچھا لگا۔" اس نے مسکرا کران (چاروں) کو دیکھا اور زوہیب سے مصافحہ کر کے گاڑی میں بیٹھ (گیا)۔

☼ ☼ ☼

صبح جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تو عثمان پہلے (سے) موجود تھا۔ وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے منیب کے (ساتھ) والی کرسی پر بیٹھ گئی اور سلائس اٹھا کر اس پر جام (لگانے) لگی۔ عثمان نے مسکرا کر اس کے روٹھے ہوئے (چہرے) کو دیکھا۔

"ہیپی برتھ ڈے۔" عثمان کے کہنے پر اس نے غصے (سے) اس کی طرف دیکھا۔

"بڑی جلدی یاد آگیا۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"سوری میں بھول گیا تھا۔" وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔

"اب یہ بھی بتا دو آج کس نے یاد کروایا ہے۔" زوہا کے (درست) صحیح اندازے پر وہ سر کھجانے لگا۔

"سونیا نے۔" عثمان کے بتانے پر اس نے غصے سے سر (جھٹک) دیا۔

"زوہا!"

"پلیز عثمان یہ کون سی نئی بات ہے مجھے نہیں یاد پڑتا کبھی (تم) نے مجھے صحیح وقت پر وش کیا ہو۔"

منیب مسلسل سر جھکائے مسکرا رہا تھا۔ طاہرہ نے (آ)نکھوں ہی آنکھوں میں اسے چپ رہنے کی تاکید کی۔

"زوہا بیٹا! اب اس نے وش کر دیا نا۔ اب بس وہ تم (لوگ)وں کو لینے آیا ہے۔ جاؤ تیار ہو جاؤ۔" تنویر صاحب جو (کب) سے خاموش بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ذرا سخت مگر دھیمی آواز میں بولے تو وہ "جی ابو" کہہ کر اٹھ گئی۔ وہ شروع ہی سے ایسی تھی۔ کہیں جو کسی نے ذرا سا ڈانٹ دیا تو وہ گھبرا جاتی تھی۔ بھائیوں کے چہرے پر ناگواری، باپ کے چہرے پر غصے کی معمولی شکن ان کی ذرا سی خفگی اس کی آنکھوں میں آنسو لے آتی تھی۔ اب بھی کپڑے چینج کرتے ہوئے وہ بار بار امڈ آنے والے آنسوؤں کو روکتے ہوئے وہ بے دلی سے تیار ہو رہی تھی جب طاہرہ اندر داخل ہوئیں۔ انہوں نے پہلی نظر میں اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ لیا تھا۔

"زوہا! اتنی چھوٹی سی بات پر دل برا نہیں کرتے۔ پھر عثمان ہمارا ہونے والا داماد بھی تو ہے۔" آخری بات پر نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکان ٹھہر گئی تھی۔ جسے دیکھ کر طاہرہ بھی مسکرا اٹھیں۔

"یہ ہوئی نا بات اب اچھے موڈ کے ساتھ جاؤ کیونکہ میری بیٹی ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہے۔" ان کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ باہر نکل کر اس نے سب سے پہلے صبیحہ کے کمرے میں جھانک کر اسے اور سفیان کو باہر آنے کو کہا اور خود گیٹ کی طرف آگئی۔ جہاں فرنٹ سیٹ پر زوہیب پہلے سے براجمان تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی عثمان نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔

"چلیں!"

"نہیں سفیان اور صبیحہ آ رہے ہیں۔"

سفیان اور صبیحہ کے ___ بیٹھتے ہی عثمان نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر آئس کریم پارلر میں زوہا اپنی آئس کریم کم کھا رہی تھی اور ساتھ بیٹھے سفیان اور منیب کے کپوں سے زیادہ لے رہی تھی۔ وہ چمچ منہ تک لے جانے والی تھی۔ جب اچانک سفیان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چمچ اپنے منہ میں ڈال لیا اور عثمان نے چہرہ جھکا کر بڑی مشکل سے اپنی ناگواری کو چہرے پر آنے سے روکا تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا جو اب بھی مسکراتے ہوئے لڑ رہے تھے۔ صبیحہ کی بات پر اس نے زور سے قہقہہ لگایا تو عثمان نے مسکرا کر ویٹر کی تلاش میں بائیں طرف دیکھا۔ جہاں کھڑے تین لڑکے بڑے غور سے زوہا کو دیکھ رہے تھے۔ عثمان نے ایک بار پھر زوہا کو دیکھا جو بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ تینوں بھی ہنس رہے تھے لیکن زوہا کی ہنسی میں خوبصورتی کے ساتھ بے ساختگی اتنی زیادہ

تھی کہ سننے والا اسے دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا اور آج وہ لگ بھی بہت خوبصورت رہی تھی۔ عثمان کی نظریں اب بھی اسی پر تھیں یلو اور وائٹ کنٹراسٹ کے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ چاروں آپس میں اس طرح مگن تھے کہ اسے بھی فراموش کر گئے تھے۔

اس نے ایک بار پھر اردگرد کا جائزہ لیا۔ اردگرد جتنے بھی لوگ تھے۔ وہ گاہے بگاہے انہی کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ ان کے دیکھنے کی وجہ زوہا تھی اس نے ایک بار پھر بائیں طرف دیکھا۔ وہ لڑکے اب ان کے قریب والی ٹیبل پر بیٹھ چکے تھے۔ اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔

"بس بھئی اب چلو' دیر ہو رہی ہے۔" وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا تو ان چاروں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"عثمان تھوڑی دیر بیٹھتے ہیں۔" زوہا نے مسکراتے ہوئے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"نہیں' اب چلو۔" اس بار وہ قدرے غصے سے بولا تو مجبوراً ان چاروں کو اٹھنا پڑا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی اور عثمان کو اس خاموشی کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ اس نے کار پیزا ہٹ کے آگے روک دی۔

"مونی' سفیان! پلیز تم لوگ پیزا لے آؤ۔"

"میں بھی چلوں گی۔" ان دونوں کے اترتے ہی زوہا بولی۔

"زوہا! تم یہیں رہو۔" عثمان کی برہم آواز پر اس نے باہر رکھا ہوا قدم دوبارہ اندر رکھ لیا۔

"عثمان بھائی میں ابھی آتی ہوں۔" صبیحہ گھبرا کر کار سے باہر نکل گئی۔

"زوہا! آگے آجاؤ۔" اب عثمان کا لہجہ بدل گیا تھا۔ اس نے مسکرا کر پیچھے دیکھا۔ زوہا نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"پلیز!" اس کے ملتجی انداز پر وہ باہر نکل آئی اور فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔ وہ عثمان کو دیکھنے کی بجائے بالکل سامنے دیکھ رہی تھی۔

"زوہا! ایک تو مجھے تمہاری یہ عادت بہت بری لگتی ہے ذرا ذرا سی بات پر منہ پھلا کر بیٹھ جاتی ہو۔" اب وہ کچھ جھنجلا کر بولا۔

"ایک تو خود ڈانٹتے ہو اور پھر کہتے ہو ناراض بھی نہ ہو۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"میرا اتنا دل چاہ رہا تھا اور آئس کریم کھانے کو۔" آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو اس نے دونوں ہاتھوں سے صاف کیا۔

"میں تمہیں اور آئس کریم کھلا دوں گا۔"

"وہاں سے کیوں لے آئے تھے۔" وہ اب بھی وہیں اٹکی تھی۔ "کیونکہ وہاں سب لوگ بار بار تمہاری طرف دیکھ رہے تھے۔" زوہا نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "اور مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا بلکہ میرے علاوہ تمہیں کوئی بھی دیکھے مجھے اچھا نہیں لگتا اور میرے علاوہ تمہارا کسی اور سے بے تکلفی سے بات کرنا بھی مجھے بالکل پسند نہیں۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو' کوئی بھی۔" اس نے "کوئی بھی" پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اور زوہا ایک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ عثمان کے اپنے بارے میں اتنا احساس ہونے پر خوش ہو یا پریشان۔

"لیکن عثمان! وہ پبلک پلیس تھا۔ اب اگر کوئی میری طرف دیکھ رہا تھا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو نہیں کہا نا کہ میری طرف دیکھو۔" وہ بے حد پریشانی سے بولی کیونکہ اس طرح کی صورتحال سے اس کا پہلی بار سامنا ہوا تھا۔

"تمہارا قصور ہے۔" عثمان کی اونچی آواز سے وہ مزید پریشان ہو گئی۔ "تم اتنا اونچا ہنستی ہو کہ اردگرد والے خود بخود متوجہ ہو جاتے ہیں۔ تمہیں خود اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ اب بچی نہیں ہو تم' تمہارے گھر والوں نے تمہیں زیادہ ہی چھوٹ دے رکھی ہے۔" وہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔ زوہا نے خائف نظروں سے اس کا غصہ دیکھا۔

"عثمان! میں جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کرتی۔" وہ دھیمی آواز میں سر جھکا کر بولی وہ تو ہمیشہ سے ایسے ہی ہنستی تھی لیکن آج عثمان کو اس کی ہر بات پر اعتراض کیوں ہو رہا تھا۔ وہ اس کی ناراضی کی وجہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اس کی آنکھ میں آئے آنسو اس کی گود میں گرنے لگے تو عثمان کو اپنے سخت لہجے کا احساس ہوا۔

"دیکھو زوہا! مجھے غلط مت سمجھو' تم مجھے اچھی لگتی ہو' میں نہیں چاہتا تم میرے علاوہ کسی اور سے بات کرو۔ تم اسے میری شدت پسندی سمجھ لو۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔

"اب تم بڑی ہو گئی ہو اپنے اندر میچیورٹی پیدا کرو۔ کچھ دنوں بعد ہمارا نکاح ہے اور تم ابھی تک بچوں کی

طرح ہی ہو کرتی ہو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر منہ پھلالیتی ہو' ہر کسی سے فری ہوجاتی ہو' اونچی آواز میں قہقہے لگاتی ہو' یہ سب مجھے بالکل پسند نہیں' مجھے سوبر اور میچیور لڑکیاں اچھی لگتی ہیں۔"

"تم خود کو میری پسند کے مطابق ڈھالو کیونکہ تمہیں زندگی میرے ساتھ گزارنی ہے اور میں زندگی کو بڑی سنجیدگی سے لیتا ہوں اور چاہتا ہوں تم بھی اسے سیریس لو۔" زوہا سر جھکائے اسے سن رہی تھی۔ عثمان نے اب سامنے سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"زوہا!" عثمان نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تو اس نے بھیگی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا' میری باتیں اچھی نہیں لگیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی

"میری بات پر عمل کروگی؟"

"کوشش کروں گی۔" وہ اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے ہوئے بولی اور رخ موڑ کر باہر دیکھنے لگی' جہاں سے وہ تینوں پیزا لیے ہنستے ہوئے آرہے تھے۔

☼ ☼ ☼

"لو سوپ پی لو۔" صبیحہ کے باؤل آگے کرنے پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

آج صبح ان تینوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتے ہوئے وہ گر گئی تھی۔ بازو پر معمولی خراشیں آئی تھیں۔ لیکن اس نے رو رو کر سارا گھر سر پر اٹھالیا تھا۔ زوہیب گھر پر تھا' وہ اسی وقت اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ زوہیب کی پریشانی اور اس کے بری طرح رونے پر ڈاکٹر نے حیرت سے معمولی خراشوں کو دیکھ کر ان دونوں کو دیکھا پھر افسوس کرنے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔ اور اب صبح سے وہ تینوں مسلسل الٹی سیدھی باتیں کر کے اسے بہلا رہے تھے۔ جس وقت عثمان اندر داخل ہوا وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ اور سفیان اس کے قریب بیٹھا اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی زوہا کو اپنی ہنسی روکنا پڑی۔

"تم تو بہت خوش لگ رہی ہو ورنہ زوہیب کی پریشانی سے تو مجھے لگا تمہیں کافی سیریس چوٹ لگی ہے۔" عثمان بڑے غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ان کے دیکھنے سے منہ پر آجاتی ہے جو رونق' وہ سمجھتے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے۔" سفیان کے شرارتی انداز میں شعر پڑھنے پر زوہا نے مسکراتی نظروں سے سنجیدہ کھڑے عثمان کو دیکھا۔

"عثمان بھائی! آپ بیٹھیں نا۔" صبیحہ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ایک نظر بستر پر بیٹھے سفیان کو دیکھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم ہر وقت زوہا کے گرد ہی منڈلاتے رہتے ہو۔" عثمان اب براہ راست سفیان سے مخاطب ہوا۔

"کیا کروں' اکیلے میرا دل نہیں لگتا۔ اور جس طرح یہ رو رہی تھی میں آرام سے اپنے کمرے میں تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔" سفیان کی بات پر زوہا مسکرا کر عثمان کو دیکھنے لگی۔

"دیکھ لو' عثمان نے ایک بار بھی تمہارا حال نہیں پوچھا۔ جبکہ میں صبح سے تمہاری تیمارداری کر رہا ہوں۔ اسی لیے کہتا ہوں تمہاری منگنی مجھ سے ہونا چاہیے تھی۔" عثمان چونک گیا۔

"لیکن میں تم دونوں کے درمیان آگیا۔" اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"اور نہیں تو کیا۔" سفیان کے منہ بنانے پر زوہا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ تبھی عائشہ بیگم اندر داخل ہوئیں۔

"چوٹ تو کافی زیادہ لگتی ہے۔" اس کے قریب بیٹھتے ہوئے انہوں نے شرارت سے اس کا بازو دیکھا۔ تو وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"اب جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ پرسوں زوہیب کی مہندی پر ساری رونق تو تمہاری وجہ سے ہونی ہے اور ویسے بھی ایک ہفتے بعد تم دونوں کا نکاح بھی تو ہے۔" ان کے کہنے پر اس نے عثمان کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ۔" عثمان نے اس کے نزدیک کھڑے ہو کر کہا اور عائشہ بیگم کے ساتھ باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

دائیں بائیں گاڑیوں کی لمبی قطار لگی تھی بڑی مشکل سے اس نے کار پارک کرنے کی جگہ ڈھونڈی۔ کار پارک کر کے وہ کلب کے لان کی طرف بڑھا جہاں زوہیب کی مہندی کا فنکشن تھا۔ اندر رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ غزنوی نے ابرو اچکا کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ فنکشن ابھی تک شروع نہیں ہوا تھا۔ لیکن فل والیوم میں بجتے گانوں

نے کافی اچھل پچار کھی تھی۔

"غزنوی بھائی! آپ اب آرہے ہیں۔ بھائی کب سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ کھڑا زوہیب کو ہی ڈھونڈ رہا تھا جب منیب اس کے سامنے آگیا منیب سے مل کر وہ زوہیب کی طرف آگیا۔

"کہاں تھے یار! کب سے انتظار کر رہا ہوں۔" اس کو دیکھتے ہی زوہیب شروع ہوگیا۔

"آج تو بڑے آفت لگ رہے ہو۔" زوہیب نے پیچھے ہٹ کر اس کا جائزہ لیا۔ جو بلیک شلوار قمیص پر براؤن شال لیے واقعی بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

غزنوی نے مسکراتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لیا۔ جہاں تقریباً سب نے سفید شلوار قمیص پر پیلے پٹکے لے رکھے تھے۔ سونیا کو اسٹیج پر لانے پر سب کی توجہ اس پر ہوگئی۔ تو اس کی نظریں بے چینی سے اسے ڈھونڈنے لگیں۔ جس کے لیے وہ پہلی بار اتنے اہتمام سے تیار ہوا تھا۔ اچانک اس کی بے چین نظروں کو قرار مل گیا' لڑکیوں کے جھرمٹ میں ایک ہاتھ میں مہندی کی پلیٹ پکڑے دوسرے ہاتھ سے دوپٹہ سنبھالتی وہ اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور کتنا حسین اتفاق تھا۔ آج وہ بھی بلیک ڈریس میں تھی۔ موتیوں سے جگمگاتی بلیک قمیص پاجامہ اور بڑا سا نیٹ کا دوپٹہ جس کو سنبھالنے میں وہ ہلکان ہو رہی تھی۔ غزنوی کی نظریں مسلسل اس کے چہرے پر جمی تھیں۔ صبیحہ نے سیفٹی پن سے دوپٹے کو اس کے کندھے پر ٹکایا تو بڑی خوبصورت مسکان اس کے چہرے پر آئی تھی۔ اور اسی رفتار سے غزنوی کے ہاتھ میں پکڑا کیمرہ حرکت میں آیا اور وہ منظر ہمیشہ کے لیے اس نے قید کرلیا۔ غزنوی کو یہ رونق بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سونیا اور زوہیب کو سب باری باری مہندی لگا رہے تھے۔ اس نے کئی دبی دبی سرگوشیاں سنیں جن میں اس کے لیے ستائش تھی۔ لیکن جس کے منہ سے سننا چاہتا تھا یا جس چہرے پر اپنے لیے ستائش دیکھنا چاہتا تھا۔ اس پہ ابھی تک نہ دیکھا تھا۔

کافی دیر تک ہلا گلا کرنے کے بعد کھانا لگنے پر ان لوگوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"دیکھو موئی کتنا بدتمیز ہے اتنی زور سے بازو پکڑا' میری دو چوڑیاں توڑ دیں۔" زوہا اپنی ٹوٹی ہوئی چوڑی دیکھ کر صبیحہ سے بولی جو مسلسل سامنے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھی سامنے دیکھا جہاں منیب ان کی پڑوسن آنٹی نغمانہ اور ان کی بنی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اپنی طرف عثمان اور سفیان کو آتا دیکھ کر اس نے اپنی توجہ ان کی طرف کردی۔ عثمان کی مسلسل خاموشی پر اس نے دو تین بار اس کی طرف دیکھا وہ منتظر تھی کہ وہ اس کی تعریف کرے لیکن آخر کار وہ خود بول پڑی۔

"عثمان! آج تمہارا ڈریس بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"اچھا۔" وہ مسکرایا تو زوہا نے برا سا منہ بنایا۔

"زوہا! آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔" سفیان نے اسے دیکھ کر ستائشی انداز میں کہا تو وہ خوش ہوگئی۔

"تم اتنی دیر سے وہاں کیا کر رہے تھے؟" منیب کے قریب پہنچتے ہی صبیحہ غصے سے بولی۔

"یار! میں تو پھنس ہی گیا تھا آنٹی نے تو پورا انٹرویو لینا شروع کردیا۔"

"تمہارے بارے میں؟" سفیان حیران ہوا تھا۔

"میرا خواہ مخواہ غزنوی بھائی کے بارے میں بڑی پوچھ گچھ کر رہی تھیں۔ آج ہر دوسرا بندہ ان کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔" سفیان بھی حیران ہوا۔ "لگتا ہے کالے رنگ میں بڑی کشش ہے۔ آج دو لوگوں نے کالا رنگ پہنا ہے غزنوی بھائی اور زوہا اور دونوں ہی محفل پر چھائے ہوئے ہیں۔" زوہا اپنی تعریف پر کھل کر مسکرائی تھی۔

غزنوی نے ایک نظر دور کھڑی زوہا کو دیکھا جو اپنے کزنز کے ساتھ کھڑی تھی۔

وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا جو اس کی نظروں کی تپش سے بالکل بے خبر تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا۔ ڈھلتی ہوئی رات کے ساتھ سردی بڑھ رہی تھی۔ اس نے گھڑی پر نظر دوڑائی جہاں رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔

"کافی لوگ جا چکے ہیں۔" زوہا نے ہال پر نظر دوڑاتے ہوئے صبیحہ سے کہا۔

"چائے پیو گی؟" منیب کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ واپس مڑ گیا۔ تب ہی سفیان بھاگتا ہوا آیا۔

"تمہیں کیا زیادہ سردی لگ رہی ہے؟" اسے شال اوڑھے دیکھ کر زوہا نے حیرت سے پوچھا۔

اچانک اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی افشاں اس کے اوپر پھینکی تھی۔ ایک پل کے لیے تو وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکی۔ صبیحہ اور سفیان کے قہقہے پر اس نے اپنے بالوں کو چھو کر اپنا ہاتھ دیکھا جو سنہرے ذرات سے چمکنے لگا تھا۔ وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ راستے میں سے اس نے مہندی

کی پلیٹوں میں سے دونوں ہاتھوں میں مہندی بھری۔ لان میں پہنچ کر اس نے متلاشی نظروں سے دیکھا۔ جہاں زوہیب کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ جبکہ کرسی پر کوئی شال اوڑھے بیٹھا تھا۔ زوہا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے دبے پاؤں اس کی طرف بڑھی ابھی وہ ہاتھ اس چہرے کے قریب لے کر گئی ہی تھی۔ جب وہ بیٹھا ہوا شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے حیرت سے اس لمبے چوڑے سراپے کو دیکھا وہ یقیناً سفیان نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے اپنے ہاتھ کھینچے۔

چوڑیوں کی کھنک پر غزنوی چونک کر پلٹا اور اس کے پلٹتے ہی زوہا گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ لیکن پاؤں الٹا پڑنے سے وہ لڑکھڑا گئی اس سے پہلے کہ وہ گرتی غزنوی نے ایک دم اس کا بازو تھاما اور سنبھلتے سنبھلتے بھی اس کا ہاتھ غزنوی کے سینے پر جا لگا۔ کچھ شال اور کچھ قمیص پر مہندی اپنے نقش و نگار بنا گئی تھی۔ قمیص پر لگا داغ دیکھ کر وہ اور گھبرا گئی اور غزنوی ایک ٹک اس کا گھبرایا روپ دیکھ رہا تھا۔ اس کی مسلسل خاموشی پر زوہا کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ اس کی طرف دیکھے۔ اس نے گھبراہٹ میں ہاتھ سے مہندی کو ہٹانا چاہا لیکن داغ بجائے ہٹنے کے اور بڑا ہو گیا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پریشان نظروں سے مہندی کو دیکھنے لگی۔ جبکہ غزنوی کا دل چاہ رہا تھا کہ وقت تھم جائے۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں اتنے رنگ اترے تھے کہ ایک بار اگر وہ آنکھ اٹھا کر ان آنکھوں میں دیکھ لیتی تو اپنی ساری لاپرواہی کے باوجود ٹھٹھکتی ضرور۔

"آئی ایم سوری۔" اس کی بھیگی آواز پر غزنوی کی محویت ٹوٹی۔

"اٹس اوکے۔" اس کا رونے کا پروگرام دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

"میں نے غلطی سے، میں سمجھی......" اس نے اب نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرا کر ایک گہری نظر اس پر ڈالتے ہوئے وہاں سے ہٹ گیا۔

"یار کچھ دیر رکو نا۔" زوہیب کے اصرار پر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی اس کی آنکھوں کے آگے کی۔

"رات کے تین بج رہے ہیں۔ اگر گھر میں میرا انتظار کرنے والا کوئی نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ساری رات باہر ہی گزار دوں۔" وہ مسکراتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھا۔

"یہ مہندی کیسے لگی۔" اچانک زوہیب کی نظر اس کی قمیص پر لگے داغ پر گئی۔

"پتا نہیں۔" وہ سرسری سے انداز میں بولا۔

"اچھا پھر کل جلدی آجانا۔" زوہیب نے گلے ملتے ہوئے اسے یاد دہانی کروائی تو وہ مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے ایک نظر قمیص پر لگے اس نشان کو دیکھا اور اپنا دایاں ہاتھ وہاں رکھ کر اس لمس کو محسوس کرنا چاہا اور پھر اپنے ہی پاگل پن پر مسکراتے ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔

☼ ☼ ☼

"سونیا باجی اور زوہیب بھائی کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔" زوہا نے ساتھ بیٹھی صبیحہ کو دیکھا جو سامنے اسٹیج پر دیکھنے کی بجائے اپنے دائیں طرف دیکھ رہی تھی۔

"صوبی!۔" اس کی عدم دلچسپی دیکھ کر زوہا نے اس کا کندھا ہلایا۔

"کہاں گم ہو؟۔"

"زوہا! تمہیں نہیں لگتا پھوپھو اور عثمان بھائی کافی چپ چپ ہیں۔" صبیحہ کے کہنے پر اس کی نظریں بے اختیار ان کی طرف اٹھیں۔

"لگ تو رہا ہے۔" اب وہ سیدھی ہو گئی۔

"تو تمہیں پوچھنا چاہیے تھا۔" صبیحہ نے اسے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

"کیا پوچھتی، ان کی کوئی بات ہو گی، ویسے بھی میں عثمان سے ناراض ہوں کل اس نے میری تعریف نہیں کی تھی۔" اس کی اس بچکانہ ناراضی پر صبیحہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"اچھا عثمان بھائی سے نہیں تو کم از کم پھوپھو سے پوچھ آؤ۔"

"کیا پوچھوں — کہ آپ چپ چپ کیوں ہیں؟۔"

"ڈفر ان کا حال پوچھ آؤ۔" صبیحہ کے غصے سے بولنے پر وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔ وہ ان کی ٹیبل کی طرف دیکھتے ہوئے چل رہی تھی جب سامنے سے آتے ہوئے شخص سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ اگر سامنے سے آنے والا شخص ایک طرف نہ ہوتا تو یقیناً اس سے ٹکرا جاتی سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔ اس کی مسکان پر

غزنوی کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔ کل کا واقعہ دونوں کے دماغ میں تازہ ہوا تھا۔ غزنوی نے مسکرا کر ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے عثمان کی طرف آگئی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بڑے وقت پر آئے ہو اب بھی نہیں آنا تھا۔" زوہیب کے طنزیہ انداز پر اس نے مسکراتے ہوئے اسے بھی پکڑ لیا۔

"تم دولہا بن کر بھی طنز کرنے سے باز نہیں آئے۔"

"دولہا کا جو ہوا۔"

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ اس وقت وہ منیب سے باتیں کر رہا تھا جب زوہیب کے بلانے پر مڑا۔

"میں پندرہ منٹ سے نوٹ کر رہا ہوں کہ تم بات کم کر رہے ہو اور قہقہے زیادہ لگا رہے ہو۔"

"تمہیں آج بھی غور سے دیکھنے کے لیے میں ہی ملا تھا۔" غزنوی نے سونیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آج بڑے جواب آرہے ہیں۔"

"تو پہلے کیا میں گونگا تھا۔" غزنوی کے جواب پر زوہیب نے مسکراتے ہوئے ابرو اچکا کر داد دی۔

"اب جلدی سے بتاؤ بات کیا ہے۔" زوہیب کے دھمکی دینے والے انداز پر غزنوی نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔

"آج تم بہت زبردست لگ رہے ہو۔"

"پتا ہے مجھے اور بات گھمانے کی کوشش مت کرو۔ جلدی سے بولو۔" زوہیب اس کی تعریف سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔

"آج ممی پاپا آرہے ہیں۔"

"یہ خوشی کی بات ہے لیکن وجہ کچھ اور ہے۔" غزنوی نے مسکراتے ہوئے ہال پر نظر دوڑانا شروع کر دی۔

"غزنوی! میرے صبر کا امتحان مت لو۔"

"کول ڈاون یار۔" غزنوی نے ہنستے ہوئے رخ اس کی طرف موڑا۔

"دراصل میں شادی کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"واٹ۔" غزنوی کی بات پر اسے جھٹکا لگا۔

"کس سے۔" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"لڑکی سے۔" غزنوی نے اس کی کیفیت سے مزہ لیا۔

"گھٹیا آدمی' وہ تو مجھے بھی پتا ہے۔ پر ہے کون؟۔" وہ زور سے بولا تو پیچھے کھڑے تنویر صاحب اور طاہرہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ ایک دم کھڑا ہوا تو زوہیب بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا؟" تنویر صاحب نے پریشانی سے دونوں کو دیکھا۔

"کچھ نہیں انکل!۔" اس نے مسکرا کر انہیں مطمئن کیا۔

"زوہیب! بیٹھ جاؤ تمہاری مووی بن رہی ہے۔" وہ دھیمی آواز میں غرایا۔

"پہلے مجھے بتاؤ وہ کون ہے' تمہیں پتا ہے میں اکثر اس لڑکی پر رشک کرتا تھا جس سے تم محبت کرو گے۔" غزنوی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو واقعی بہت خوش تھا۔ وہ زوہیب کو مناسب وقت پر زوہا کا نام بتانا چاہتا تھا۔

"ابھی نہیں پھر بتاؤں گا ابھی میں ائیرپورٹ جا رہا ہوں آدھے گھنٹے بعد ممی پاپا کی فلائٹ آرہی ہے۔" غزنوی کے بھاگنے کا ارادہ دیکھ کر زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"زوہیب! آئی پرامس۔ میں سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گا لیکن آج نہیں۔" زوہیب کے گلے ملتے ہوئے اس نے یقین دہانی کروائی تو وہ مسکراتے ہوئے الگ ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

ائیرپورٹ پر کھڑا وہ بڑی بے چینی سے ہجوم میں سے اپنے ممی پاپا کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے انہیں زوہا کے بارے میں بتا دیا تھا اور وہ زوہا کو اپنے گھر لانے کے لیے اس سے زیادہ بے چین تھے۔ حفصہ نے دور سے ہی اسے دیکھ لیا اور بڑی تیزی سے درمیانی فاصلہ عبور کیا۔ انہیں دیکھتے ہی غزنوی نے اپنی بانہیں پھیلا دیں۔

"او غزنوی! میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔" انہوں نے الگ ہو کر اس کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا۔

"ذرا اپنے بیٹے کی شکل دیکھو مسکراہٹ تو ہونٹوں سے جدا ہی نہیں ہو رہی۔" کمال صاحب بھی نرالی کھڑی کر کے اس کے گلے لگ گئے۔

"بڑے بج سنور کر آئے ہو۔" کمال صاحب نے سراہتی نظروں سے ٹو پیس میں ملبوس اس کے سراپے کو دیکھا۔

"پاپا! آپ تو ایسے بات کر رہے ہیں جیسے میں نے پہلی بار

ایسے کپڑے پہنے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"نہیں بیٹا جی! آج کی تیاری کچھ خاص لگ رہی ہے۔"

"زوہیب کی شادی سے آرہا ہوں۔"

"اوہ" ان دونوں کی "اوہ" پر اس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"دیکھ لو تمہارا بیٹا ابھی سے میری بہو کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب گیا ہے۔" کمال صاحب نے مسکراتے ہوئے حفصہ کو دیکھا۔

"آپ کی بہو ہے ہی اس قابل۔" وہ بے ساختہ بولا اور اتنا ہی بے ساختہ ان دونوں کا قہقہہ تھا۔

"میں سارے راستے سوچتی رہی میری بہو کیسی ہوگی پھر سوچا میرے بیٹے کو اگر محبت ہوئی ہے تو یقیناً وہ لڑکی بڑی خاص ہوگی۔" حفصہ بہت پیار سے اپنے بیٹے کا پُرمسرت چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"واقعی وہ لڑکی دیکھنے کے قابل ہے جس نے اس دل پر دستک دیے بغیر بڑے دھڑلے سے قبضہ جمالیا ہے۔" کمال صاحب نے ہنستے ہوئے غزنوی کے سینے پر انگلی رکھی۔

"بابا وہ ہمیشہ سے یہیں تھی بس پتا نہیں تھا کہ کہاں ہے۔"

"اب چلیں۔" کمال صاحب کے کہنے پر اس نے سوٹ کیس اٹھالیا۔

☼ ☼ ☼

"یہ اتنی صبح صبح کہاں کی تیاری ہے؟" غزنوی کو تیار دیکھ کر کمال صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

"صبح کہاں بابا! بارہ بج رہے ہیں۔ اور بابا میں دو دن کے لیے سیالکوٹ جارہا ہوں فیکٹری کا کچھ مسئلہ ہے۔ آپ اور ممی آج زوہیب کے ولیمے پر ضرور چلے جائیں گے۔ اور میری طرف سے معذرت کرلیجئے گا۔ جب میں آؤں گا تو آپ کو زوہیب کے گھر چلنا ہے میرے ساتھ۔"

"بیٹا! یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔" حفصہ مسکرائیں۔

لیکن اسے واپس آنے میں ایک ہفتہ لگ گیا تھا۔ آتے ہی اس نے زوہیب کو فون کیا تھا مگر وہ ہنی مون کے لیے جاچکا تھا۔ اور وہ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ممی! آپ زوہیب کے گھر والوں سے مل تو چکی ہی ہیں میرا نہیں خیال کوئی پرابلم ہوگی۔" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بولا تو وہ مسکرا کر باہر دیکھنے لگیں۔

"ممی آپ کو زوہا کیسی لگی؟" حفصہ نے شرارت سے سر گھما کر اسے دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"بہت بہت پیاری۔" ان کے ہر لفظ کے ساتھ اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جارہی تھی۔

"اور بابا آپ کو کیسی لگی۔؟" اس نے ذرا سا رخ موڑ کر انہیں دیکھا۔

"بہت پیاری۔ خوبصورتی، شرارت اور معصومیت کا حسین امتزاج ہے۔"

کمال ہے اتنی اچھی تعریف کبھی آپ نے میری تو نہیں کی۔ آپ کی بہو نے تو آپ کو تعریف کرنا بھی سکھادیا' واہ بھئی۔" انہوں نے بے ساختہ داد دی تو غزنوی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"میری بیٹی ہے ہی ایسی۔" انہوں نے بڑے پیار سے کہا۔

"ایسے پیار سے آپ لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں مجھے لگتا ہے میری حسرت ہی رہ جائے گی کہ میں گھر آؤں تو وہ آپ لوگوں کی شکایت لگائے۔ اس گھر کی فضا تو ساس بہو کی تکرار سے محروم رہ جائے گی۔" اس کے لہجے میں کافی شرارت تھی۔

"بیٹا! ہمارا تو کوئی ارادہ نہیں لیکن لگتا ہے تم پھوٹ ضرور ڈلواؤ گے۔" کمال صاحب کے کہنے پر ان تینوں کے قہقہے گاڑی میں گونجنے لگے ان لوگوں کو زوہیب کے گھر چھوڑ کر وہ گھر واپس آگیا تھا۔ اسے یقین تھا زوہا اسے ضرور ملے گی۔ وہ ہر لحاظ سے اس قابل تھا کہ اسے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس نے مسکرا کر ہاتھ میں پکڑی زوہا کی تصویروں کو دیکھا اور انہیں دراز میں رکھ کر لاؤنج میں آگیا۔ ممی بابا کو ان لوگوں کے ہاں گئے آدھا گھنٹہ ہوا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا وقت جیسے تھم گیا ہے۔ اس نے تھک کر ٹی وی لگالیا۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی حفصہ اور کمال احمد کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر اس کی نظریں بے ساختہ گھڑی کی طرف گئیں جہاں ایک گھنٹہ ہونے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔

"آپ لوگ اتنی جلدی آگئے۔؟" وہ تیزی سے کھڑا ہوا تو وہ لوگ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئے۔ ان کی خاموشی نے اسے اچھا خاصا پریشان کردیا تھا لیکن اس نے حتی الامکان اپنے تاثرات کو نارمل رکھا۔

"بابا! کیا ہوا؟" ان کی مسلسل خاموشی پر وہ حفصہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ممی! کچھ بولیں تو۔" اب پریشانی اس کے لہجے کے ساتھ چہرے سے بھی جھلکنے لگی تھی۔ حفصہ نے خاموش بیٹھے کمال صاحب کو دیکھ کر غزنوی کو دیکھا جو منتظر نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے گہرا سانس لے کر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"تنویر صاحب کا کہنا ہے کہ ان کے ہاں رشتے فیملی کے باہر نہیں کرتے۔" اس نے کمال احمد کی غصیلی آواز سنی لیکن وہ اب بھی حفصہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر نظر آنے والی امید کی کرن نے انہیں نظریں جھکانے پر مجبور کردیا۔

"ہم نے ابھی بات نہیں کی تھی لیکن شاید انہیں اندازہ ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں تمہارا پروپوزل دیتی انہوں نے بتایا کہ...!" انہوں نے رک کر غزنوی کو دیکھا جو بالکل ساکت تھا۔

"زوہا کی منگنی اس کے کزن سے ہوچکی ہے۔" وہ ایک دم پیچھے ہٹا تھا۔ حفصہ کے گھٹنے پر رکھا اپنا ہاتھ اس نے اٹھالیا۔ "چار دن بعد اس کا نکاح ہے۔" وہ بے اختیار کھڑا ہوا تھا۔ حفصہ کے ساتھ کمال صاحب نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ناقابل فہم تاثرات تھے وہ یک ٹک انہیں دیکھ رہا تھا۔

"غزنوی بیٹا! کچھ بولو۔" حفصہ نے گھبرا کر اس کا بازو تھاما۔ وہ بولنا چاہتا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا اس کی قوت گویائی سلب ہوچکی ہے۔ سامنے کا منظر اس کی نظروں سے اوجھل ہورہا تھا۔ وہ اپنا بازو چھڑا کر مڑا۔ حفصہ اس کے پیچھے جانا چاہتی تھیں لیکن کمال احمد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں روک لیا۔

"کمال!" انہوں نے روتے ہوئے بڑی بے بسی سے اپنے شوہر کا چہرہ دیکھا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کرلیا۔ اور خالی خالی نظروں سے کمرے کے در و دیوار کو دیکھنے لگا۔ اسے اپنا ذہن سن ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"یہ اتنی گھٹن کیوں ہے۔" کافی دیر بعد اسے جو پہلا احساس ہوا وہ گھٹن کا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کھڑکیاں کھول دیں۔ لیکن گھٹن پھر بھی کم نہیں ہوئی۔ وہ تیزی سے ٹیرس پر نکل آیا۔ ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکا کر وہ نیچے دیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ ہر چیز دھندلانے لگی۔ وہ سالوں تک ایک دھندلے عکس سے محبت کرتا رہا اور وہ عکس زوہا کے روپ میں حقیقت بن کر اس کے سامنے آیا۔ ان چند دنوں میں اس نے نو سالوں کی محبت جی تھی۔ اپنی ساری زندگی کے خواب اس سے وابستہ کردیے تھے۔ وہ جس بات کو بہت آسان سمجھتا رہا وہ اس کے لیے ناممکن بن گئی۔ جس کے حصول کے لیے اس نے اتنا انتظار کیا وہ اس کے لیے لاحاصل ٹھہری۔ اب جب وہ سمجھ رہا تھا کہ منزل میرے سامنے ہے تو اسے پتا چلا کہ وہ تو راستہ بھی اس کا نہیں وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں اب بھی آسمان پر تھیں۔ شکوہ کرتی ہوئی۔ فریاد کرتی ہوئی۔

✲ ✲ ✲

سفر کی تھکان اتنی تھی کہ گھر آتے ہی وہ سوگیا۔ شاور لے کر جب وہ لاؤنج میں پہنچا تو حسب معمول زوہا اور اس کی ٹولی موجود تھی وہ مسکراتے ہوئے تنویر صاحب کی طرف آگیا۔

"تمہاری ٹرپ کیسا رہا۔" طاہرہ نے مسکرا کر زوہیب کو دیکھا۔

"اچھا تھا۔" وہ چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"امی! غزنوی کا کوئی فون آیا تھا؟" وہاں بھی اسے غزنوی کا ہی خیال تھا اسے اس لڑکی سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

"دو دن پہلے اس کے پیرنٹس آئے تھے۔" تنویر صاحب کی بات سے زیادہ وہ ان کے لہجے پر حیران ہوا۔

"انہوں نے واضح بات تو نہیں کی لیکن مجھے لگا کہ وہ زوہا کے لیے آئے تھے۔ بہت غصہ آیا تھا مجھے۔ میں نے انہیں بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور صاف بتادیا کہ پرسوں زوہا کا نکاح ہے۔" وہ انہیں ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ سمجھ نہیں سکا یا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ پھر وہ ایک دم کھڑا ہوا۔

"کہاں جارہے ہو؟ چائے تو پی لو۔" سونیا نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن وہ تیزی سے باہر نکل آیا۔ غزنوی کے گھر کی طرف جاتے ہوئے اس کے ذہن میں مختلف اوقات میں کہیں ہوئی اس کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی گن مین نے گیٹ کھول دیا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے گہری خاموشی کا احساس ہوا۔

"السلام علیکم۔" حفصہ کو دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

"وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹا! بیٹھو۔" انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ زوہیب نے غور سے ان کا پریشان چہرہ

دیکھا۔

"آنٹی! غزنوی...." اس کے سوال پر ان کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

"وہ واپس امریکہ چلا گیا ہے۔"

"اتنی جلدی بغیر بتائے؟" وہ حیران ہوا۔

"ہاں بس کچھ کام تھا۔ تم کچھ لونا۔ سلیم!" ساتھ ہی انہوں نے ملازم کو آواز دی۔ اس کے منع کرنے سے پہلے سلیم جوس لے کر پہنچ گیا۔ زوہیب کی پرسوچ نظریں سامنے رکھے سوٹ کیس پر جمی تھیں۔ حفصہ نے نظر اٹھا کر اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔ ماحول کی خاموشی انہیں بری طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"بیٹا! گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں آنٹی۔" وہ مسکرایا۔

"آنٹی! غزنوی مجھے بتا رہا تھا کہ اسے وہ لڑکی مل گئی ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے۔" زوہیب نے واضح طور پر ان کے چہرے کی رنگت بدلتی محسوس کی۔

"اس نے آپ کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا؟" وہ اب بھی بڑے غور سے ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"نہیں، مجھ سے تو اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔" انہوں نے بے ساختہ اس سے نظریں چرائیں۔

"آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد زوہیب کی آواز سنائی دی۔

"امریکہ جا رہے ہیں۔"

"لیکن آنٹی! آپ لوگ تو یہاں سیٹل ہو رہے تھے؟" آج ساری باتیں اسے حیران کر رہی تھیں۔

"بس غزنوی واپس چلا گیا۔ ہم تو اس کے لیے یہاں آئے تھے۔ اب وہ وہاں ہے تو ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے۔" انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر زوہیب کو دیکھا۔

"اچھا آنٹی! چلتا ہوں۔ غزنوی سے میں فون پر بات کر لوں گا۔" وہ ان سے مل کر تیزی سے باہر نکلا۔ غزنوی کے گھر جاتے وقت اس کے دماغ میں صرف اس کی باتیں تھیں لیکن واپسی پر اس کا دماغ بہت سی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ آنٹی کے انداز اسے بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے ذہن پر بہت زور ڈالا لیکن کہیں کوئی ایک لمحہ اس کی گرفت میں نہیں آیا جب غزنوی نے زوہا کے لیے کسی خاص جذبے کا اظہار کیا ہو۔

"کوئی ایک لمحہ۔" سگنل پر گاڑی روکتے ہی اس نے اپنا سر دبایا۔ سگنل کھلتے ہی جہاں گاڑی رواں ہوئی وہیں اس کی سوچیں بھی۔ "کیا ابو کا شک صحیح تھا؟ کیا آنٹی جانتی تھیں اس لیے مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئیں؟ کیا غزنوی نے اس لیے مجھے نہیں بتایا کہ.....؟" کئی سوالیہ نشان اس کے سامنے کھڑے تھے۔

"کہاں چلے گئے تھے؟" لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سونیا اس کے قریب آ گئی۔

"کچھ ضروری کام تھا۔" اس کی نظریں سامنے بیٹھی زوہا پر جمی تھیں جو نکاح کے سوٹ سامنے رکھے ہنس رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اس کی ازلی شوخی اور لاپروائی تھی۔ "تو کیا واقعی غزنوی 'زوہا' سے....." اس نے ہونٹ بھینچ کر سوچا وہ اس وقت سب کے درمیان بیٹھا تھا۔ مگر اس کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیں بہت واضح تھی۔

✡ ✡ ✡

دروازہ کھٹکھٹانے کے کافی دیر تک جب کوئی جواب نہیں ملا تو وہ دروازہ کھول کر خود اندر آ گئیں۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

"غزنوی!" ان کے پکارنے پر بھی اس کی نشست میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کی نظریں مسلسل کمپیوٹر اسکرین پر تھیں۔ "غزنوی!" وہ اس کے قریب جا کر زور سے بولیں۔ اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"تم سے کوئی ملنے کوئی آیا ہے۔"

"جی۔" وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ وہ سرسری نظروں سے اس کا کمرہ دیکھ رہی تھیں۔ چلتی ہوئی وہ اس کرسی کے پاس آ گئیں۔ جہاں وہ بیٹھا تھا اور پھر کمپیوٹر اسکرین پر نظر پڑتے ہی انہیں جھٹکا لگا۔

"حفصہ تم یہاں پر ہو میں اپنے روم میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔" کمال احمد نے اندر جھانک کر دیکھا۔

"کیا ہوا؟" انہیں روتا دیکھ کر وہ چونکے اور پریشانی سے ان کی طرف بڑھے۔ ان کے کمپیوٹر کی طرف اشارہ کرنے پر وہ اس طرف مڑے تو کچھ دیر تک بولنے کے قابل ہی نہیں رہے۔

"میں جب اندر آئی تو۔ ایک ٹک اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔" یہ انہوں نے برستی آنکھوں سے ایک بار پھر اسکرین کو

دیکھا جہاں زوہا کی تصویر بنی تھی بے تحاشا ہنستے ہوئے۔

"ہمیں امریکہ آئے تقریباً" دو سال ہو چلے ہیں ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے دو سال 'میں جتنا چاہتی ہوں اسے بھول جائے وہ اتنا ہی اسے یاد کرتا ہے۔ میں کیا کروں۔" انہوں نے روتے ہوئے اپنا سر ان کے کندھے پر ٹکا دیا۔ کمال احمد نے گہرا سانس لے کر ان کا کندھا تھپتھپایا۔

"حفصہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔" انہوں نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"کیسے اس کے حال پر چھوڑ دوں کمال ہمارا اکلوتا بیٹا ہے ہمارے جینے کا مقصد ہے۔ ایک لڑکی کے لیے خود کو برباد کر رہا ہے۔ لوگوں سے ملنا اس نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جن سے مل لیتا ہے۔ اگلی دفعہ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں غزنوی کو ہوا کیا ہے؟ میں مانتی ہوں، بہت باتیں وہ پہلے بھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن نارمل تو تھا اس کے ہر انداز سے زندہ دلی تو جھلکتی تھی۔"

"حفصہ! وہ زوہا سے محبت کرتا ہے۔ زوہا کے ملنے سے پہلے بھی تم اس کے خیالات جانتی تھی اور زوہا کے ملنے پر اس کا ردعمل بھی تم نے دیکھا تھا۔ اب اتنے سالوں تک اس نے اسے سوچا ہے 'چاہا ہے۔ اور تم چاہتی ہو دو سال میں وہ سب بھول جائے۔" وہ بڑی رسانیت سے انہیں سمجھا رہے تھے۔

"کمال! آپ ہمیشہ اس کی ہر الٹی سیدھی بات میں طرف داری کرتے ہیں۔ میں نے بہت برداشت کیا ہے لیکن آج میں اس سے صاف صاف بات کروں گی۔" انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے۔

وہ خاموشی سے باہر نکل گئے۔ غزنوی 'حفصہ کو ابھی تک اپنے کمرے میں موجود دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ حیران ہوا۔

"ممی! آپ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہیں؟" وہ مسکراتے ہوئے کمپیوٹر کی طرف آگیا۔ انہوں نے بڑے دکھ سے اس کی کھوکھلی مسکراہٹ دیکھی۔

"غزنوی! تم نے اپنی زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" ان کے سوال پر اس نے مسکرا کر ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"سوچنا کیا ہے ممی! مزے سے گزر رہی ہے۔" اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔

"غزنوی! تمہیں معلوم ہے نا اگر امید نہ ہو تو صدیوں کا انتظار بھی بے کار ہوتا ہے۔" ان کی بات پر تیزی سے چلتی اس کی انگلیاں رک گئیں۔

"میں سمجھا نہیں۔" اب کی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔ "تم اس لیے نہیں سمجھے کیونکہ تم سمجھنا چاہتے نہیں۔ زوہا کا نکاح ہو چکا ہے غزنوی! اور اب تک اس کی شادی بھی ہو گئی ہوگی۔ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟" ان کے سخت لہجے پر اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ تکلیف حفصہ کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ ان دو سالوں میں اس کی تکلیف کے پیش نظر انہوں نے ہمیشہ اس موضوع سے گریز کیا لیکن آخر کب تک۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس آگئیں۔

"غزنوی! کچھ ترس کھاؤ ہم پر۔ کیا تم سے وابستہ کسی خوشی پر ہمارا حق نہیں۔ کیا تمہاری شادی کی خواہش لیے میں قبر میں اتر جاؤں۔" ان کے بری طرح رونے پر وہ بے چینی سے کھڑا ہوا۔

"میری خوشیوں پر ہی نہیں مجھ پر بھی آپ کا پورا حق ہے۔"

"تو تم شادی کرلو۔" وہ جلدی سے بولیں وہ کچھ دیر ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"مجھے تھوڑا ٹائم دیں۔"

"غزنوی!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں پھر ایک دم اس کے سینے سے لگ کر رونے لگیں تو اس نے اپنے بازو ان کے گرد حمائل کر دیے۔

"غزنوی! زندگی کبھی کسی پر ختم نہیں ہوتی۔ اس کو گزارنا پڑتا ہے اور یہ ہم پر منحصر ہے ہم کیسے گزارتے ہیں خوشی سے یا غم سے۔ زوہا تمہاری قسمت نہیں تھی اور قسمت سے لڑا نہیں جاسکتا۔ تم بہت جلد اسے بھول جاؤ گے۔" ان کی آخری بات پر وہ مسکرایا تھا۔

"میں جانتی تھی تم میری بات مان لو گے۔" انہوں نے اس کی پیشانی کو چوما اور مسکراتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ ان کے نکلتے ہی وہ کھڑکی کی طرف آگیا۔ بادلوں نے پورے آسمان کو ڈھک رکھا تھا۔ اس کی نظریں آسمان پر تھیں۔

"کیا زوہا میری قسمت میں نہیں تھی۔" اس نے آسمان کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کمپیوٹر کی طرف آگیا۔

✪ ✪ ✪

دیکھا جہاں زوہا کی تصویر سجی تھی بے تحاشا ہنستے ہوئے۔

"ہمیں امریکہ آئے تقریباً" دو سال ہو چلے ہیں ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے دو سال، میں جتنا چاہتی ہوں اسے بھول جائے وہ اتنا ہی اسے یاد کرتا ہے۔ میں کیا کروں۔" انہوں نے روتے ہوئے اپنا سر ان کے کندھے پر ٹکا دیا۔ کمال احمد نے گہرا سانس لے کر ان کا کندھا تھپتھپایا۔

"حفصہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔" انہوں نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"کیسے اس کے حال پر چھوڑ دوں کمال ہمارا اکلوتا بیٹا ہے ہمارے جینے کا مقصد ہے۔ ایک لڑکی کے لیے خود کو برباد کر رہا ہے۔ لوگوں سے ملنا اس نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جن سے مل لیتا ہے۔ اگلی دفعہ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں غزنوی کو ہوا کیا ہے؟ میں مانتی ہوں بہت باتیں وہ پہلے بھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن نارمل تو تھا اس کے ہر انداز سے زندہ دلی تو جھلکتی تھی۔"

"حفصہ! وہ زوہا سے محبت کرتا ہے۔ زوہا کے ملنے سے پہلے بھی تم اس کے خیالات جانتی تھی اور زوہا کے ملنے پر اس کا ردعمل بھی تم نے دیکھا تھا۔ اب اتنے سالوں تک اس نے اسے سوچا ہے' چاہا ہے۔ اور تم چاہتی ہو دو سال میں وہ سب بھول جائے۔" وہ بڑی رسانیت سے انہیں سمجھا رہے تھے۔

"کمال! آپ ہمیشہ اس کی ہر الٹی سیدھی بات میں طرف داری کرتے ہیں۔ میں نے بہت برداشت کیا ہے لیکن آج میں اس سے صاف صاف بات کروں گی۔" انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے۔

وہ خاموشی سے باہر نکل گئے۔ غزنوی' حفصہ کو ابھی تک اپنے کمرے میں موجود دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ حیران ہوا۔

"ممی! آپ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہیں؟۔" وہ مسکراتے ہوئے کمپیوٹر کی طرف آگیا۔ انہوں نے بڑے دکھ سے اس کی کھوکھلی مسکراہٹ دیکھی۔

"غزنوی! تم نے اپنی زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" ان کے سوال پر اس نے مسکرا کر ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"سوچنا کیا ہے ممی! مزے سے گزر رہی ہے۔" اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔

"غزنوی! تمہیں معلوم ہے نا اگر امید نہ ہو تو صدیوں کا انتظار بھی بے کار ہوتا ہے۔" ان کی بات پر تیزی سے چلتی اس کی انگلیاں رک گئیں۔

"میں سمجھا نہیں۔" اب کی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔ "تم اس لیے نہیں سمجھے کیونکہ تم سمجھنا چاہتے نہیں۔ زوہا کا نکاح ہو چکا ہے غزنوی! اور اب تک اس کی شادی بھی ہو گئی ہوگی۔ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟۔" ان کے سخت لہجے پر اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ تکلیف حفصہ کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ ان دو سالوں میں اس کی تکلیف کے پیش نظر انہوں نے ہمیشہ اس موضوع سے گریز کیا لیکن آخر کب تک۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس آگئیں۔

"غزنوی! کچھ ترس کھاؤ ہم پر۔ کیا تم سے وابستہ کسی خوشی پر ہمارا حق نہیں۔ کیا تمہاری شادی کی خواہش لیے میں قبر میں اتر جاؤں۔" ان کے بری طرح رونے پر وہ بے چینی سے کھڑا ہوا۔

"میری خوشیوں پر ہی نہیں مجھ پر بھی آپ کا پورا حق ہے۔"

"تو تم شادی کر لو۔" وہ جلدی سے بولیں وہ کچھ دیر ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"مجھے تھوڑا ٹائم دیں۔"

"غزنوی!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں پھر ایک دم اس کے سینے سے لگ کر رونے لگیں تو اس نے اپنے بازو ان کے گرد حمائل کر دیے۔

"غزنوی! زندگی کبھی کسی پر ختم نہیں ہوتی۔ اس کو گزارنا پڑتا ہے اور یہ ہم پر منحصر ہے ہم کیسے گزارتے ہیں خوشی سے یا غم سے۔ زوہا تمہاری قسمت نہیں تھی اور قسمت سے لڑا نہیں جا سکتا۔ تم بہت جلد اسے بھول جاؤ گے۔" ان کی آخری بات پر وہ مسکرایا تھا۔

"میں جانتی تھی تم میری بات مان لو گے۔" انہوں نے اس کی پیشانی کو چوما اور مسکراتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ ان کے نکلتے ہی وہ کھڑکی کی طرف آگیا۔ بادلوں نے پورے آسمان کو ڈھک رکھا تھا۔ اس کی نظریں آسمان پر تھیں۔

"کیا زوہا میری قسمت میں نہیں تھی۔" اس نے آسمان کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کمپیوٹر کی طرف آگیا۔

✡ ✡ ✡

"پاپا ابو! آپ اسے سمجھائیں کہ ایڈمیشن لے لے۔" صبیحہ نے آرام سے ناشتا کرتی زوہا کو دیکھ کر تنویر صاحب سے کہا۔

"کیوں بیٹا! صوبی اتنا کہہ رہی ہے تو لے لو ایڈمیشن۔ ویسے بھی تم فارغ ہو۔"

"ابو! میرا دل نہیں چاہتا۔" اس کی بات پر زوہیب نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں ایم اے میں ایڈمیشن ضرور لینا چاہیے۔ کل تمہارا فارم لے آؤں۔" اس نے صبیحہ کی طرف دیکھا جو شرارت سے مسکرا رہی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی وہ ابو اور بھائی کی بات نہیں ٹال سکتی۔

"اپنی بات منوا کر کافی خوش نظر آ رہی ہو۔" لان میں بیٹھتے ہی زوہا نے اسے گھورا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"تو کیا کرتی تم سے تو کہہ کہہ کر تھک گئی نہ تم سفیان کی سن رہی تھیں اور نہ موبی کی مان رہی تھیں مجبوراً مجھے بڑی عدالت میں یہ مسئلہ لے کر جانا پڑا۔"

"جانتی ہو تمہارے بغیر ہم تینوں کو مزہ نہیں آتا۔ چلو ایک کلاس نہ سہی ایک یونیورسٹی ہی سہی۔" صبیحہ کے اطمینان سے بھرے انداز پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"جاؤ' سونیا بھابھی سے رسالہ لے آؤ۔ اندر پھوپھو آئی ہوئی ہیں۔" صبیحہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"کھا جائیں گی تمہیں؟ تم لے آؤ۔" وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔

"امی! میں تو سخت پریشان ہوں اگر ماموں نہ ہوں تو زوہیب میرا جینا حرام کر دے۔ ہر وقت زوہا زوہا۔ اس کے علاوہ اسے دنیا میں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ بس وہی دنیا کی لاڈلی بن ہے۔" سونیا کے غصیلے انداز پر اس کے چہرے نے تیزی سے رنگ بدلا۔

"کسی کے کیے کی سزا کسی کو دے رہا ہے۔ اسے کبھی اپنی بہن کی غلطی نظر نہیں آئی۔ وہ ہمیں قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اور اب سہیل کا نام لے کر آپ میرے لیے اور مصیبت کھڑی کر رہی ہیں۔" سونیا کی آواز میں اب غصے کے ساتھ جھنجلاہٹ بھی تھی۔

"بے وقوف' تمہارے لیے کہہ رہی ہوں۔ اس کی بہن وہاں ہو گی تو وہ بھی قابو میں رہے گا۔" عائشہ بیگم کے کہنے پر اندر خاموشی چھا گئی تو وہ دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ وہاں سے ہٹ گئی۔ اور باہر صبیحہ کی طرف جانے کی بجائے اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے اکثر وہم ہوتا تھا کہ سب اسے بوجھ سمجھ رہے ہیں اور اس وہم کو تقویت اکثر سونیا کا رویہ دیتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ یہاں آنا نہیں چاہتا تھا۔ یہاں کی ہوا میں دوبارہ سانس لینا نہیں چاہتا تھا۔ جہاں اس کی خواہش حقیقت بنی اور اس حقیقت کا ادراک اس کا سب کچھ بہا کر لے گیا۔ مگر وہ ممی کے آنسوؤں کے آگے ہار گیا۔ وہ جانتا تھا آج ان کا ضبط ٹوٹا ہے تو وہ اس طرح روئی ہیں ورنہ ان دو سالوں میں انہوں نے کبھی بھی اس موضوع پر بات نہیں کی تھی۔ وہ اپنوں کی خاطر قسمت سے سمجھوتا کرنے کو تیار ہو گیا۔ وہ اپنی خوشی حاصل نہیں کر سکا تو اپنے ماں باپ کو تو دے سکتا ہے نا۔ لیکن دو سال کے عرصے میں پہلی بار ایسے لگا کہ زوہا کی تصویر اس سے مخاطب ہے۔ وہ رو رہی تھی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کیا تم مجھے بھول جاؤ گے؟۔" وہ ساکت ہو گیا تھا۔

"کیا وہ اسے بھول سکتا ہے۔" اس نے خود سے سوال کیا۔ اس سوال نے اس کے اندر اتنی وحشت بھر دی' اس کا دل چاہا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے اور وہ گھر سے نکل آیا۔ منزل کا تعین کیے بغیر۔ ہر بار وہ حقیقت سے نظریں چرا کر بھاگ نکلتا تھا۔ اب بھی ممی پاپا کو بتائے بغیر وہ پاکستان آ گیا۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دل نے ایک بار پھر سمجھوتا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ ہوٹل میں داخل ہونے والا تھا۔ جب کسی نے اسے پکارا۔ اس آواز کو وہ بہت اچھی طرح پہچانتا تھا اس کے قدم زمین نے جکڑ لیے۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھا کر ایک بار پھر حقیقت سے منہ موڑنا چاہا۔ لیکن اس بار آواز بہت قریب سے آئی۔

"قسمت ہر بار مجھے آزمائش میں کیوں ڈالتی ہے۔" اس نے بے بسی سے پیچھے کھڑے زوہیب کو دیکھا۔

"دو سال میں شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب میں نے تمہیں ای میل نہ کی ہو۔ اور میری کسی میل' کسی فون کا تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وجہ جان سکتا ہوں۔" زوہیب بڑے غصے سے سامنے بیٹھے غزنوی کو دیکھ رہا تھا' جو خاموشی سے سامنے رکھے گلاس کے کناروں پر انگلی پھیر رہا تھا۔ وہ

اب بھی خاموش رہا۔ زوہیب نے موبائل کی بپ پر غزنوی پر سے نظریں ہٹالیں تو اس نے زوہیب کو دیکھا۔

"میں اب تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔" غزنوی نے اسے دیکھتے ہوئے اپنی قسمت سے التجا کی۔

"ہاں تم فکر نہ کرو۔ تمہارا اور زوہا کا فارم جمع کروا دیا ہے۔" غزنوی نے چونک کر اسے دیکھا جو موبائل آف کر رہا تھا۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟" غزنوی کے سوال پر زوہیب نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اب آرہے ہونا لائن پر۔

"سب ٹھیک ہیں۔"

"تمہاری سسٹر کی شادی ہوگئی۔" اس نے نیچی نظروں کے ساتھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، نکاح سے ایک دن پہلے اس کی بات ختم ہوگئی تھی۔" غزنوی کو لگا قسمت اس پر مسکرائی ہے۔ اس کے چہرے پر آنے والے تاثرات نے زوہیب کے اندر کی دو سالوں کی کشمکش کو ایک سیکنڈ میں ختم کردیا۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا غزنوی! تم میرے ساتھ ایسا کرو گے۔ ہماری دوستی میں گریز کو کیوں حائل ہونے دیا تم نے۔ ہم تو دل کی ہر بات ایک دوسرے سے کہتے تھے پھر تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی۔"

"زوہیب! میں نے کوئی بات نہیں چھپائی۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"غزنوی! یہ میری تمہیں لاسٹ وارننگ ہے میرے ساتھ جھوٹ مت بولنا' ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔" زوہیب کے حتمی انداز پر اس نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں جانتا ہوں وہ لڑکی کون ہے۔" غزنوی کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا۔

"لیکن پھر بھی میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

"زوہا۔" وہ جیسے تھک کر بولا اور زوہیب نے بے ساختہ گہرا سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لیا۔

☆ ☆ ☆

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ غزنوی کو تسلی دیتے وقت وہ بہت مطمئن تھا۔ لیکن وہ سب کچھ جتنا آسان سمجھ رہا تھا اتنا آسان تھا نہیں۔ تین دن مسلسل بحث کے نتیجے میں سوائے مایوسی اور تھکن کے اور کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ سب گھر والے ایک طرف تھے اور وہ اکیلا ان کو قائل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا' جہاں سے سونیا اندر داخل ہورہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کرلیں۔

"زوہیب! تم نے کیا سوچا ہے۔" سونیا کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کس بارے میں۔"

"سہیل کے بارے میں۔"

"سہیل کے بارے میں کیا سوچوں۔" وہ اب بھی سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تلملا کر رہ گئی۔

"جو تم چاہتے ہو' وہ ماموں نہیں مانیں گے۔ تو کیا بہتر نہیں کہ ہم زوہا کی شادی سہیل سے کردیں۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہو سکتا ہے میرے لیے نہیں۔ میں زوہا کے لیے بہترین چاہتا ہوں اور غزنوی سے بہترین اور کوئی نہیں۔ اور تم کیا چاہتی ہو۔" اب اس کی آنکھوں میں غصے کی لالی جھلکنے لگی۔

"میں اپنی بہن کو اس گھر میں بھیج دوں جہاں وہ پہلے سے منسوب تھی جس شخص نے میری بہن کی معصومیت پر انگلی اٹھائی۔" اس نے مٹھی بھینچ کر اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کی "بہرحال میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم جانتے ہو زوہا کی شادی خاندان سے باہر نہیں ہوسکتی۔ تو اگر سہیل نہیں تو پھر سفیان ہی بچتا ہے اور میرا خیال ہے زوہا کی خوشی بھی اسی میں ہوگی۔" وہ ایڑیوں کے بل اس کی طرف گھوما۔

"زوہا کی خوشی کس میں ہے یہ میں تم سے بہتر جانتا ہوں اور اپنے بھائی جیسی گھٹیا سوچ کا استعمال کرکے زوہا اور سفیان کے رشتے کو خراب نہ کرو۔ تم لوگوں کے غلط الزامات نے میری بہن کی ہنسی چھین لی ہے۔ منگنی ٹوٹنے کو تو لوگوں نے اس کے لیے ناقابل معافی جرم بنادیا ہے۔ عثمان کی غلط ذہنیت کی وجہ سے جس انکار کو تم لوگوں نے میری بہن کی بدقسمتی بنایا ہے۔ میں اسی انکار کو اس کے لیے خوش قسمتی بناؤں گا۔ ایک دنیا اقرار کرے گی کہ میری بہن بہت خوش قسمت ہے۔ اور اپنی بہن کی خوشی کے لیے میں ہر کسی سے ٹکرانے کو تیار ہوں۔ اور اگر مجھے اس

گھر کو، تمہیں بھی چھوڑنا پڑا تو میں یہ بھی کر جاؤں گا۔"
زوہیب کے دو ٹوک انداز پر وہ اندر تک کانپ گئی تھی جبکہ وہ ایک تیز نظر اس پر ڈالتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

کاش گزرا ہوا وقت واپس آسکتا۔ کاش خوش کن لمحات ہمیشہ برقرار رہتے۔ البم کے صفحے الٹتے ہوئے وہ مسلسل سوچ رہی تھی۔ زندگی کتنی خوبصورت تھی۔ ہر طرف بے فکری تھی۔ جب فرسٹ ائیر کے ایگزامز ہوتے ہی پھوپھو نے اسے عثمان کے نام کی انگوٹھی پہنادی تھی۔ وہ ہر لحاظ سے اچھا تھا سب سے بڑی بات وہ زوہا کو پسند کرتا تھا۔ ناپسند تو وہ بھی نہیں کرتی تھی لیکن منگنی کے بعد پسند کرنے لگی تھی۔
منگنی کے ایک سال بعد جب عثمان واپس آیا تو وہ بہت بدل گیا تھا۔ اس سے بھی کسی نے سخت لہجے میں بات نہیں کی لیکن وہ عثمان کی ہر سخت بات بھی برداشت کر لیتی۔ اس کی تنگ نظری کو اس کی اپنے لیے محبت کی شدت سمجھتی رہی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی سادگی، اس کا بچپنا اس کے لیے عذاب بن جائے گا۔ عثمان کے مزاج کے کھنچاؤ کو وہ اس کی سنجیدگی سمجھتی رہی۔ لیکن نکاح سے ایک دن پہلے اس نے سب کے سامنے اس کے کردار کی دھجیاں اڑادیں۔ اس پر وہ الزامات عائد کیے جو کرنا تو دور کی بات وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا کہنا تھا وہ سفیان کو پسند کرتی ہے۔ اس کی ہر بات پر سفیان کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ اس کی عزت نہیں کرتی اور وہ زوہا سے شادی کر کے اپنی زندگی عذاب نہیں بنانا چاہتا۔ اس وقت اس سمیت سب اتنے شاکڈ ہوئے تھے کہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ عثمان واپس چلا گیا۔ پھوپھو بہت شرمندہ تھیں۔ انہیں اپنی بیٹی کا مستقبل خطرے میں نظر آرہا تھا۔ اور ہمیشہ کی طرح اپنی بہن کے آنسو دیکھ کر تنویر صاحب پگھل گئے۔ انہوں نے انہیں معاف کر دیا۔ لیکن نہ وہ بھولی تھی نہ اس کے بھائی۔ ضدی تو وہ کبھی بھی نہیں تھی، کچھ اپنوں کی محبت نے اسے بزدل بنادیا تھا۔ وہ ان الزامات پر گم صم ہو گئی۔ اس کے بھائی پہلے سے بڑھ کر اس کا خیال رکھنے لگے اور یہی بات سونیا کے ساتھ پھوپھو کو بہت کھٹکتی تھی۔ وہ جتنی کوشش کرتی تھی اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو اتنی ہی وہ وجہ تنازعہ بنتی تھی۔ جب سے زوہیب نے غزنوی کا پرپوزل گھر میں رکھا تب سے گھر میں عجیب ٹینشن پھیلی تھی۔
"زوہا!" طاہرہ کی آواز پر اس نے چونک کر البم بند کر دیا۔
"کیا کر رہی ہو؟" وہ مسکرا کر اس کے قریب بیٹھ گئیں۔
"بھائی کی شادی کا البم دیکھ رہی تھی۔" اس نے البم واپس رکھ دیا۔
"بیٹا! میں تم سے کچھ بات کرنے آئی ہوں۔ گھر میں آج کل جو ہو رہا ہے تم جانتی ہو۔" ان کی بات پر وہ نظریں جھکا کر اپنے ہاتھ دیکھنے لگی۔
"میں اس ٹینشن سے تنگ آگئی ہوں۔ تمہارے ابو چاہتے ہیں تمہاری شادی سفیان سے ہو لیکن زوہیب نہیں مانتا۔ وہ سہیل کا کہتے ہیں تو وہاں بھی وہ تیار نہیں۔ ایک ہی ضد پکڑ کر بیٹھا ہے اپنے دوست سے تمہاری شادی کروائے گا۔" وہ خاموشی سے انہیں سنتی رہی۔
"پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ تم بتا دو کہ تمہاری مرضی کیا ہے۔"
"آپ کو لگتا ہے میری کوئی مرضی ہو سکتی ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔
"پھر بھی بیٹا!" انہوں نے اس کے بالوں کو سہلایا تو اس نے تیزی سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔
"امی! شادی کرنا بہت ضروری ہے؟" اس کے معصومانہ انداز پر وہ بے ساختہ مسکرائیں۔
"بیٹا۔ سنت نبویؐ بھی ہے، اور پھر ہمارا معاشرہ ایسا ہے جہاں عورت کو ہمیشہ ایک مضبوط سہارے کی تلاش رہتی ہے۔"
"امی! میرے پاس بہت سہارے ہیں۔ آپ اور ابو ہیں، میرے بھائی ہیں وہ سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"
"اللہ کرے تمہارا مان سلامت رہے لیکن بیٹا اماں باپ سدا سلامت نہیں رہتے۔ بھائی بے شک تمہیں پیار کرتے ہیں، لیکن جب اپنی فیملی ہو ان کے بچے ہوں گے تو پھر وہ بات نہیں رہے گی۔"
"امی! زوہیب بھائی کی فیملی ہے وہ تو سب سے زیادہ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔"
"ہاں، اس میں شک نہیں لیکن پھر بھی، بہرحال اس بات کو چھوڑو تم بس مجھے یہ بتاؤ کیا چاہتی ہو؟" ان کے سوال پر وہ ذرا کی ذرا رکی۔
"امی! سفیان کو میں نے ہمیشہ مولی کی طرح سمجھا ہے

اس کے بارے میں میں مر کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتی اور بابی جو آپ کو بہتر لگے۔" وہ بہت دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ جبھی باہر سے آتی تنویر صاحب کی غصیلی آواز پر وہ دونوں گھبرا کر باہر نکلیں۔

"زوہا نے ہمیشہ سفیان کو اپنا بھائی سمجھا ہے اور سفیان بھی زوہا کو بہن سمجھتا ہے۔ وہ بتا چکا ہے آپ کو۔" لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے زوہیب کی آواز سنی۔

"چلو مان لیا۔ پر سہیل پر کیا اعتراض ہے تمہیں؟۔" تنویر صاحب غصے سے زوہیب کو دیکھ رہے تھے۔

"مجھے سہیل پر کوئی اعتراض نہیں۔ میں صرف آپ سے یہ پوچھ رہا ہوں غزنوی میں کیا کمی ہے۔ وہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ سہیل اگر اچھا ہے تو غزنوی بہترین ہے۔ تعلیم، شکل، عقل، عادت ہر لحاظ سے۔" زوہیب نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ جبکہ سونیا مسلسل اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔

"چلو یہ بھی مان لیا کہ غزنوی ہر لحاظ سے اچھا ہے، پر ہے تو غیر نا جبکہ سہیل ہمارا اپنا ہے۔"

"ہاں 'اپنا'۔" زوہیب استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"آپ کے اپنوں نے تو یہ دن دکھایا ہے۔" زوہیب کے طنزیہ انداز پر سونیا نے تلملا کر پہلو بدلا جبکہ تنویر صاحب غصے سے کھڑے ہو گئے۔ باقی سب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"تمہارا کہنے کا مطلب ہے میں زوہا کا دشمن ہوں۔" ضبط کے مارے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ طاہرہ نے دونوں کو پریشانی سے دیکھا۔

"ابو! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ زوہا، غزنوی کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔ اس کی گارنٹی میں آپ کو دیتا ہوں۔" اس کے اتنے پر یقین لہجے پر منیب چونکا۔

"تم جانتے ہو زوہیب! ہمارے خاندان میں کبھی غیروں میں لڑکی نہیں دیتے۔" اس بار ان کا لہجہ دھیما تھا۔

"ابو جی! میری سمجھ میں نہیں آتا' یہ کہاں لکھا ہے کہ خاندان سے باہر غیر برادری میں شادی نہیں ہو سکتی۔ شادی کے لیے یہ کافی نہیں وہ مسلمان ہے۔" اب اس کا انداز جھنجلایا ہوا تھا۔

"کیا آپ سب سمجھتے ہیں کہ میں زوہا کا برا کروں گا کیا آپ سب کو بھی غزنوی کے غیر ہونے پر اعتراض ہے۔" زوہیب نے جیسے تھک کر سب کو مخاطب کیا۔ سب سے پہلے منیب چلتا ہوا اس کے ساتھ آکر کھڑا ہوا اس کے پیچھے سفیان، صوبی طاہرہ نے بھی ایک نظر شوہر کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

تنویر صاحب نے حیرت سے ان لوگوں پر نظر ڈالی۔ ان سب کی رائے ان کے سامنے تھی۔ زوہا حیرت سے اپنی قسمت کا فیصلہ ہوتے دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

بے قرار دھڑکنوں کو قرار کیسے ملتا ہے اس کا اندازہ اسے ابھی ابھی ہوا تھا' جب اس کی زندگی کو اس کے پہلو میں لا کر بٹھایا گیا۔ نکاح نامے پر سائن کرتے ہوئے اسے لگا کہ اس نے ساری دنیا کی خوشیاں پا لی ہیں۔ اور آج ایک بار پھر دو سال بعد وہ اس کے سامنے تھی۔ جھکی پلکوں اور گھبرائے ہوئے روپ کے ساتھ وہ لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب آرہی تھی۔ اور اس کا دل چاہ رہا تھا وقت تھم جائے۔ اس دن زوہیب کے کہنے پر اس نے ایک بار پھر ممی پاپا کو بلا لیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے ڈرتے دل سے ان کے آنے کا انتظار کیا۔ ایک بار پھر انتظار اس کے حصے آیا' لیکن اس بار اسے امید تھی۔ دوست کا بھروسہ اور اللہ کا یقین شامل حال تھا۔ انہوں نے جواب دینے کے لیے دو دن مانگے تھے لیکن ایک ہفتہ ہو گیا۔ اور ایک ایک پل اس پر گراں گزر رہا تھا۔

وہ روز زوہیب سے ملتا اور اس کے چہرے پر چھلکتی پریشانی اسے کچھ پوچھنے سے روک دیتی لیکن اس بار اس کی قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ ان لوگوں نے ہاں کر دی۔ وہ لوگ شادی کی بجائے منگنی کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ اور آج جو زوہا کے نام کے ساتھ اس کا نام جڑا تھا تو یہ سب زوہیب کی وجہ سے تھا۔ وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس کی خاطر اسے کتنی پریشانی اٹھانا پڑی ہو گی۔ وہ اپنے دوست پر' اس کی دوستی پر جتنا بھی فخر کرتا کم تھا۔

☼ ☼ ☼

سب کچھ اتنی جلدی اور اچانک ہوا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکی۔ صرف ایک پل میں زندگی کا سب سے اہم اور گہرا رشتہ اس شخص کے ساتھ جڑ گیا تھا جو اس کے لیے قطعی اجنبی تھا جس کے بارے میں وہ اتنا جانتی تھی کہ وہ اس کے بھائی کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ ان کی فیملی میں شادیاں ہمیشہ آپس میں ہوتی تھیں' اس لیے وہ سب ایک دوسرے

کو جانتے تھے جبکہ یہاں معاملہ بالکل الٹ تھا۔ ایک ماہ گزر جانے کے بعد بھی اس کا دل اس رشتے پر آمادہ نظر نہیں آرہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔" صبیحہ اور منیب دونوں اس کے سامنے گھاس پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ "دھوپ کے مزے لوٹے جا رہے ہیں۔" صبیحہ کے کہنے پر وہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھنے لگی۔

"زوہا! تمہیں پتا ہے ابھی غزنوی بھائی کا فون آیا تھا۔" منیب کے شرارت بھرے انداز پر وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ہاتھ میں پکڑے میگزین کے صفحے الٹتی رہی۔ "وہ ہم چاروں کو بلا رہے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اب کی بار تمہاری شمولیت کے بغیر ہمیں ڈنر نہیں ملے گا۔"

"مونی! میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے اکتا کر میگزین بند کر دیا۔ اس کے انداز پر منیب نے صبیحہ کی طرف دیکھا جو سنجیدگی سے زوہا کی طرف متوجہ تھی۔

"زوہا! تم بہت غلط کر رہی ہو۔ اتنی دفعہ غزنوی بھائی نے ہمیں بلایا، ہم ہر بار نہیں جاتیں۔ کتنی بری بات ہے۔ پہلے تمہیں باہر جانا، شرارتیں کرنا کتنا اچھا لگتا تھا۔ اب تم اتنی بور کیوں ہو گئی ہو؟" منیب کے کہنے کی دیر تھی وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"مجھے نہیں اچھا لگتا کہیں بھی جانا۔ میرا بولنے کو دل نہیں چاہتا۔ میرے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں۔ نہ مجھے ہنسی آتی ہے کیونکہ ہنسنے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ اب سب مجھ پر ہنستے ہیں۔ سب اپنی اپنی مرضی کرتے ہیں، میری زندگی کا فیصلہ کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں اور بھگتنے کے لیے مجھے چھوڑ دیتے ہیں۔" اس کے لہجے میں دکھ کے ساتھ عجیب یاسیت تھی۔ منیب ہکا بکا اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"زوہا! ایسا کچھ نہیں ہے۔" منیب نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"ایسا ہی ہے مونی! عثمان تو مجھے اچھی طرح سے جانتا تھا پھر بھی اس نے سفیان اور میری دوستی کو کتنا غلط رنگ دیا جبکہ وہ تو مجھے جانتے بھی نہیں، انہیں تو یہی لگے گا ناکہ....."

اب صبیحہ سے برداشت نہیں ہوا تھا۔ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ان دونوں نے کافی حیرت سے اسے دیکھا۔

"زوہا! تم "انہوں، انہیں" کہہ کر بات کیوں کر رہی ہو۔ غزنوی بھائی کا نام بھول گیا ہے یا زیادہ مشکل لگ رہا ہے۔"

صبیحہ کے شرارتی انداز پر منیب کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آئی جبکہ زوہا نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

☼ ☼ ☼

"کیا ہوا؟ اتنی حواس باختہ کیوں ہو رہی ہو۔" وہ کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔ جب صبیحہ تیزی سے اندر داخل ہوئی۔

"وہ غزنوی بھائی اپنے والدین کے ساتھ آئے ہیں۔"

"کیوں؟" اس نے پریشانی سے صبیحہ کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

"مائی ڈیر! رخصتی کے لیے۔ تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس کرنے۔" زوہا کی شکل پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر صبیحہ کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے جلدی سے کتاب بستر پر پٹخ کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ صبیحہ بھی حیرانی سے اس کے پیچھے بھاگی۔

"میں تمہارے پاس ہی آرہا تھا۔" زوہیب مسکراتے ہوئے اس کی طرف آیا۔

"بھائی! میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں۔" اس کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ مسکرایا۔

"زوہا! شادی ابھی تھوڑی کر رہے ہیں، دو تین ماہ تو لگیں گے۔"

"نہیں، میں آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔" اچانک وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ زوہیب نے اب کچھ پریشانی سے اس کو دیکھا۔ "اوکے گڑیا! رونا بند کرو۔ جب تم کہو گی تب ہی شادی ہو گی۔" زوہیب نے اسے پیار کیا۔ "چلو اب انکل آنٹی سے مل لو۔"

"زوہا! بری بات۔" اس کا انکار کرنے کا موڈ دیکھ کر اسے ٹوکنا پڑا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔ صبیحہ اس کے ساتھ آئی تھی۔ حفصہ اور کمال احمد کو سلام کر کے وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔ جتنی دیر وہ بیٹھی، اس کی نظریں مسلسل جھکی رہی تھیں۔

"ممانی! آپ کو نہیں لگتا حفصہ آنٹی کوئی بات کرنا چاہ رہی تھیں لیکن غزنوی کے اشارہ کرنے پر چپ ہو گئیں۔" وہ لوگ کھانے کے بعد ٹی وی دیکھ رہے تھے جب سونیا نے طاہرہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں محسوس تو میں نے بھی کیا تھا، تب سے ہی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ پتا نہیں کیا بات تھی...

بڑی۔ کیا پتا کیسے مزاج کے ہیں۔" زوہا نے طاہرہ کی شکل دیکھی جو کافی پریشان تھیں۔ اس نے ہونٹ چباتے ہوئے صبیحہ کی طرف دیکھا جو غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے زوہیب سے بھی بات کی تو میرا وہم کہہ کر ٹال دیا۔ اب خدا ہی بہتر کرے۔" ان کے کہتے ہی زوہا کھڑی ہو گئی۔ صبیحہ اس کے پیچھے کمرے میں آئی تھی۔

"زوہا! اس طرح تائی جان کو پریشان کر کے تمہیں کیا ملا؟"

"صوبی! تمہیں پتا تو ہے کہ میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"جھوٹ مت بولو، ابھی کچھ دن پہلے تم سرے سے ایڈمیشن لینے کو تیار نہیں تھیں، اب اچانک تم پر پڑھائی کا بہت سوار ہو گیا۔" وہ تھوڑا رکی۔ "زوہا! بھول جاؤ عثمان بھائی کو اور ان کی باتوں کو۔" صبیحہ کے اتنے صحیح اندازے پر وہ ایک پل حیران ہوئی اور اگلے پل اس نے سر جھکا دیا۔

"نہیں بھول سکتی صوبی! اس نے اتنی گھٹیا باتیں کی ہیں، میں چاہتے ہوئے بھی نہیں بھول سکتی۔ وہ مجھے ڈانٹتا رہا، میں اس کا پیار سمجھ کر اگنور کرتی رہی لیکن پیار ایسا تو نہیں ہوتا۔ میں صرف اس کی وقتی پسند تھی۔ وہ میرا مجھ پر سے اعتماد ہی ختم کر گیا۔ مجھے اب خود پر غصہ آتا ہے کہ میں کیوں اس کا منہ نہیں توڑ سکی۔" وہ اب رو رہی تھی۔ صبیحہ اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔

"میں مانتی ہوں زوہا! یہ باتیں بھولنا تمہارے لیے آسان نہیں، لیکن تم کوشش تو کر سکتی ہو نا۔ تمہیں تو دفع دور کہہ کر عثمان بھائی پر دو حرف بھیجنا چاہیے تھا۔ تم ان باتوں کو دل سے لگا بیٹھی ہو۔ اس طرح تم خود کو بھی تکلیف دیتی ہو اور غزنوی بھائی کے ساتھ بھی خیانت کر رہی ہو۔ بہرحال تمہیں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ تم اب عثمان بھائی کی منگیتر نہیں، غزنوی بھائی کی بیوی ہو۔" وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹتی رہی۔ "آج ان کے ممی پاپا پوچھ رہے تھے۔ زوہا بہت بدل گئی ہے، تو جب انہوں نے یہ بات محسوس کی ہے تو سوچو غزنوی بھائی نے محسوس نہیں کی ہوگی وہ یہی سمجھیں گے نا کہ تم اب بھی عثمان کو پسند کرتی ہو۔ وہ حقیقت تو نہیں جانتے نا۔ اگر عثمان بھائی کی طرح ان کے دل میں بھی شک بیٹھ گیا تو؟" زوہا نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"صوبی مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ کہیں انہیں بھی میرے ہنسنے پر، میرے بولنے پر، سفیان یا عثمان کے حوالے سے اعتراض ہوا تو؟" صبیحہ بڑے غور سے اس کا خوف زدہ چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک دم اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"زوہا! تم فضول میں اندیشے پال رہی ہو۔ غزنوی بھائی بہت اچھے ہیں۔ کیا اب تک تمہیں اندازہ نہیں ہوا۔ انہوں نے تم سے ملنا چاہا لیکن ہم سب کے ساتھ تم کبھی نہیں گئیں۔ مگر انہوں نے کبھی برا نہیں مانا۔ تمہارے نکاح کو تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے۔ تم نے کہا، تم بات کرنا نہیں چاہتیں۔ انہوں نے کبھی تمہیں فون نہیں کیا۔ اب اگر انہوں نے اس چیز کو سنجیدگی سے لیا تو جانتی ہو اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔" زوہا نے روتے ہوئے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"صوبی! مجھے اسی بات سے تو ڈر لگتا ہے، پر میں کیا کروں میرا دل نہیں مانتا۔" اس کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔

"دل تو تب مانے گا جب تم ان سے ملو گی، ان کو دیکھو گی۔ غزنوی بھائی کا نام سنتے ہی تمہارے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں۔" صبیحہ کے شرارتی انداز پر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"ویسے زوہا! تمہیں ایسے رخصتی کے لیے منع نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

زوہا اسے محض دیکھ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"اندر آئیں نا ممی!" حفصہ کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس نے فائل بند کر دی۔

"بزی ہو؟" انہوں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تھا پر اب نہیں ہوں۔" اس نے صوفے سے ٹیک لگا لی۔

"ہم رخصتی کی بات کرنے گئے تھے، تم نے منع کیوں کر دیا؟" وہ گہرا سانس لے کر مسکرایا۔

اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ زوہیب نے منع کیا ہے اور وہ جانتا تھا اسے کس نے منع کیا ہے۔

"ممی! زوہیب کہہ رہا تھا ابھی کچھ عرصہ ٹھہر جائیں۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت....." انہوں نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ "خیر کوئی بات نہیں، رخصتی جب بھی ہو، اب دل کو تسلی ہے، زوہا ہماری ہے۔" انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا جو گہری سوچ میں گم تھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟" اسے

مسلسل خاموش دیکھ کر انہوں نے اس کا کندھا ہلایا۔

"ممی! بچپن سے لے کر اب تک میں نے جو چاہا حاصل کیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کچھ چاہا ہو اور مجھے نہ ملے۔ مجھے خود پر بہت غرور تھا۔ جب میں نے پہلی بار زوہا کو دیکھا تو مجھے لگتا تھا خوشی کے مارے پاگل ہو جاؤں گا۔ اسے پانا مجھے بہت آسان لگا۔ مجھے لگا میں ہر لحاظ سے اچھا ہوں۔ مجھے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ جب اسے سب کچھ بغیر کسی مشکل کے ملتا ہے تو وہ اسے اپنا ہی کمال سمجھتا ہے۔ اللہ کو یاد ہی نہیں کرتا۔ میں بھی اپنی کامیابیوں کو اپنا کمال سمجھتا رہا۔ میں اچھے گھر میں پیدا ہوا۔ میرے پاس بہت اچھا دماغ ہے۔ میری شکل اچھی ہے۔ میرے دماغ نے دھندلا سا عکس بنایا۔ میرے دل نے اس عکس کو بے پناہ چاہا۔ وہ عکس حقیقت کا روپ دھار کر میرے سامنے آیا۔ یہ سب میں اپنا کمال سمجھتا رہا لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی اوقات یاد دلانا چاہتے ہیں تو اسے بے بس کر دیتے ہیں۔ شاید میری خود پسندی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ انہوں نے مجھے میری اوقات یاد کروانے کے لیے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو میرے سامنے کھڑا کر کے اسے چھین لیا اور میں نے اس وقت خود کو بہت بے بس محسوس کیا۔ میں نے بے اختیار اللہ کو یاد کیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مجھے محسوس ہونے لگا کہ کیا میں اللہ سے شکایت کرنے کا حق رکھتا ہوں؟۔ کیا کسی وقت بھی میں نے اس کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کیا؟ اگر میں ایک امیر گھرانے میں پیدا نہ ہوتا' میرا دماغ اچھا نہ ہوتا' میں بدصورت ہوتا تو میں کیا کر سکتا تھا' کچھ بھی نہیں۔" اب وہ مسکرا کر ان کی طرف مڑا۔ "اس دن سے ممی! میں نے اللہ سے شکایت کرنا چھوڑ دی۔ میں نے سنا تھا' دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔ میں نے دعا کو اپنا ہتھیار بنا لیا۔ اب جب بھی میری آنکھیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں' ان میں صرف التجا ہوتی ہے۔ میں سمجھتا تھا میں زوہا کو کھو چکا ہوں لیکن پھر بھی میں اسے مانگتا تھا۔"

"وہ اب تمہاری ہے۔" حفصہ نے بے اختیار اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا تو وہ طمانیت سے مسکرا دیا۔

"بے شک وہ میری ہے۔" پھر ذرا ٹھہر کر بولا۔ "پتا ہے ممی! میں اب بھی خود کو بہت نصیب والا سمجھتا ہوں لیکن اب میں اسے اپنا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کمال سمجھتا ہوں کہ میری اتنی نافرمانیوں ناشکریوں کے باوجود وہ مجھے مسلسل نواز رہا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری سب سے بڑی خواہش سے — آزمایا لیکن میری توبہ قبول کر کے میری التجا بھی اللہ نے سن لی ہے۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ حفصہ نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔

"ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ ہمیں تم جیسا بیٹا ملا اور اب کی بار میں نے بات نہیں کی لیکن اگلی دفعہ میں رخصتی کی تاریخ لے کر ہی آؤں گی اور زوہیب سے میں خود نبٹ لوں گی۔" انہوں نے باہر نکلتے ہوئے دھمکی دی تو وہ مسکرا کر بند ہوتے دروازے کو دیکھنے لگا۔ وہ خود جلد از جلد اس کو اپنے گھر لانا چاہتا تھا' اس لیے — رخصتی کی بات کرنے گیا تھا لیکن زوہیب کے کہنے پر رک گیا۔ نکاح کے بعد وہ ایک بار بھی اس سے نہیں ملا تھا۔ وہ زوہا کا گریز محسوس کر رہا تھا۔ آج بھی جب وہ اندر آئی تو اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرے پر ویسی ہی گھبراہٹ تھی جیسی نکاح والے دن تھی۔ وہ اس کی گھبراہٹ اور گریز کو شرم و جھجک کا نام نہیں دے سکتا تھا۔ اسے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ اس کی خاموشی کو منیب اور زوہیب نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اور جب وہ گاڑی کی طرف جا رہا تھا تو منیب اس کے پاس آیا۔ اس نے زوہا کی پریشانی' اس کے خوف اور اندیشے بتائے۔ وہ بار بار اسے وضاحت دے رہا تھا کہ کہیں وہ زوہا کے رویے سے کوئی اور نتیجہ اخذ کر کے شک نہ کرے۔ وہ ان بھائیوں کی محبت پر مسکرا اٹھا۔ منیب کو اس نے بھرپور تسلی دی تھی' جبکہ زوہا کے خوف کو وہ اپنی محبت سے ہی دور کر سکتا تھا لیکن یہ تب ہی ممکن تھا جب وہ اسے اپنی محبت کے اظہار کا موقع دیتی۔ وہ گہرا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

زوہا نے ایک نظر گاڑی کے قریب کھڑی صبیحہ کو دیکھا اور چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔

"پھوپی! مجھے لگتا ہے سب مجھ سے خفا رہتے ہیں۔ میں ان کے لیے بوجھ ہوں۔" زوہا کی بھرائی ہوئی آواز پر صبیحہ نے افسوس سے سر ہلا دیا۔

"اتنی زیادہ محبت کے باوجود اگر تم ایسا سوچتی ہو تو میں اسے تمہاری ناشکری کے سوا اور کیا کہہ سکتی ہوں۔ تم ایک دو کے غلط رویے کو سب کی محبتوں پر ترجیح دے رہی ہو؟۔ تم سمجھتی ہو ایک سونیا باجی' پھوپھو' عثمان بھائی کیا بدلے

مجھے بھی تم سونیا باجی کی ساری دنیا ان جیسی ہو گئی ہے۔ اگر تم سمجھتی ہو تو غلط سمجھتی ہو۔ میں موبی کی منگیتر بعد میں ہوں، پہلے تمہاری بیسٹ فرینڈ اور بہن ہوں، سمجھیں؟" اس کے ڈپٹنے پر زوہا بے ساختہ مسکرا کر اس کے گلے لگ گئی۔

"ارے ہٹو۔" صبیحہ نے اسے خود سے الگ کیا۔ "زیادہ مسکے لگانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں تب معاف کروں گی جب تم ہمارے ساتھ آئس کریم کھانے چلو گی۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار کی طرف آ گئی۔

آئس کریم پارلر کے آگے گاڑی رکتے ہی وہ لوگ نیچے اترے لیکن سامنے دیکھتے ہی وہ رک گئی۔ غزنوی دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالے دائیں طرف دیکھ رہا تھا۔ زوہا نے ان تینوں کی طرف دیکھا جن کے ہونٹوں پر پھیلی دبی ہنسی اسے صاف بتا رہی تھی کہ وہ ایک پلان کے تحت اسے یہاں لے کر آئے ہیں۔ شاید صبیحہ کی باتوں کا اثر تھا وہ چپ چاپ ان کے پیچھے چل پڑی۔

"آنے کے لیے شکریہ۔" منیب نے غزنوی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "ہم نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" صبیحہ کے شوخی سے پوچھنے پر اس نے مسکرا کر اس کے پیچھے کھڑی زوہا کو دیکھا۔

جس وقت منیب نے فون کر کے اسے فوراً آنے کو کہا تھا اس وقت وہ بہت ضروری میٹنگ میں تھا لیکن منیب کے فون کی وجہ سے وہ پریشانی میں نکل آیا لیکن یہاں موجود چہرے نے اسے ہر ضروری چیز بھلا دی تھی۔

"بھائی! ہم نے آپ کو بلایا ہے، لہٰذا پیسے ہم دیں گے۔" منیب نے جلدی سے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" غزنوی مسکرایا۔

"موبی! غزنوی بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بھلا ان کے ہوتے ہوئے ہم پیسے دیتے اچھے لگتے ہیں۔" سفیان کے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"زوہا! ایسے گردن تھک جائے گی، تھوڑی اور نیچے کر لو۔" سفیان کے کہنے پر صبیحہ اور منیب ہنس پڑے جبکہ غزنوی نے مسکراتے ہوئے اس کا جھکا ہوا سر دیکھا۔

"آج تو آپ بہت مسکرا رہے ہیں۔ اس دن تو حرام تھا کہ ایک مسکراہٹ بھی رخِ روشن پر آ کر اپنا دیدار کروا کر گئی ہو۔" صبیحہ کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ وہ آئس کریم کھاتے ہوئے مسلسل باتیں کر رہے تھے اور وہ مسلسل کڑھ رہی تھی۔

"سفیان! وہ دیکھو طاہر غزنوی بھائی اہم ابھی آئے۔" منیب اور سفیان کے کھڑے ہونے پر اس نے ان کی طرف دیکھا۔ اچانک ہی اس نے گھبرا کر دائیں طرف دیکھا کیونکہ صبیحہ کی سیٹ بھی خالی تھی۔ اس نے تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں جھکا لیں۔

"زوہا! تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے کہ میری شکل بہت خوفناک ہے۔ اگر تم حوصلہ کر کے اوپر دیکھ لو تو میرا خیال ہے تمہیں ناامیدی نہیں ہو گی۔" غزنوی کی مسکراتی ہوئی آواز پر اس نے گھبرا کر گود میں اپنا ہاتھ مسلا۔ غزنوی مسکراتے ہوئے بہت غور سے اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔

"سفیان ہمیشہ تم لوگوں کے ساتھ رہتا ہے؟" غزنوی کے سنجیدہ لہجے میں کیے گئے سوال نے اس کی گھبراہٹ میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو بہت سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ سارے اندیشے سانپ کی طرح پھن پھیلا کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"سفیان میرا بھائی ہے۔" اس کی کانپتی ہوئی آواز پر غزنوی نے بڑی مشکل سے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

"میں نے یہ تو نہیں پوچھا تھا۔" اس نے خود کو مزید سنجیدہ ظاہر کیا۔ زوہا نے گھبرا کر اس طرف دیکھا، جہاں وہ تینوں گئے تھے۔

"مجھے لگتا ہے شاید تم اب بھی عثمان کو پسند کرتی ہو۔" اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی تیزی سے آنسو جمع ہونے لگے۔ اس کا رونے کا پروگرام دیکھ کر اسے اپنا مذاق ختم کرنا پڑا۔

"منیب بتا رہا تھا کہ میرے حوالے سے تمہیں کافی اندیشے ہیں۔" وہ بہت غور سے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھنے لگا۔

"اگر عثمان نے تمہاری نیچر کو نہیں سمجھا تو یہ اس کی بدقسمتی ہے اور میں نے تمہیں پایا ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔ ضروری نہیں کہ اگر عثمان کی سوچ ایسی ہے تو میری بھی اس جیسی ہو۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں عثمان کے حوالے سے تم پر شک کروں گا تو تم غلط سمجھتی ہو۔ چلو ایک پل کے لیے مان لیا منگیتر ہونے کے ناطے تم اسے پسند کرتی تھیں تو....." اس کے رکنے پر زوہا نے اپنا سانس بھی روک لیا۔

"وہ 'بیتی' میں آجاتا ہے۔ کیا اب یہ کافی نہیں کہ تم میری بیوی ہو۔" زوہا نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔

"اور میں ایک چیز کو مانتا ہوں' جہاں محبت ہوتی ہے وہاں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور میں خود کو تمہاری محبت کا دعویدار پاتا ہوں اور پھر ہمارے رشتے میں شک کے لیے کوئی جگہ نہیں۔" زوہا اس کی طرف ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کسی اور زبان میں بات کر رہا ہو۔ اپنے سامنے بیٹھا ہوا شخص اسے اس دنیا کا لگ ہی نہیں رہا تھا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرو گی۔" اس کے یقین پر اس نے حیرانی سے اسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ "جس دن تم پہلے کی طرح ہنسو گی' اپنے اصل انداز میں واپس آؤ گی' سمجھ لینا تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو۔" وہ مسکرایا تو زوہا کو لگا اس کا دل بھی مسکرایا ہے۔

"اور جہاں تک سفیان کی بات ہے' میں جانتا ہوں وہ تمہارا بھائی ہے۔ ضروری نہیں تھا تم مجھے وضاحت دیتیں تم چاروں بچپن سے ایک ساتھ ہو اس لیے فرینک ہونا قدرتی بات ہے۔ تم چاروں ایک دوسرے کے بارے میں جتنا کیئرنگ ہو' مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ ان فیکٹ میں سوچ رہا تھا شادی کے بعد تم لوگوں کا گروپ جوائن کرلوں۔" غزنوی کے ہلکے پھلکے انداز پر اس کے چہرے سے ساری گھبراہٹ ختم ہو گئی' اسے لگا وہ مسکرائی ہے۔

"زوہا!" اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں پتا ہے' تم بولتی ہوئی' چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوتی' بچوں کی طرح ضد کرتی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو۔ میرا دل چاہتا ہے تم روٹھو تو میں تمہیں مناؤں۔" زوہا کی آنکھوں میں بے تحاشا حیرت تیرنے لگی۔ "اور سب سے بڑھ کر ہنستی ہوئی کیونکہ جب تم ہنستی ہو تمہاری آنکھیں تمہاری ہنسی کا پورا ساتھ دیتی ہیں اور تب میرا دل چاہتا ہے' میں ان آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھوں۔" اس کے بدلے ہوئے لہجے نے زوہا کو نظروں کا زاویہ بدلنے پر مجبور کردیا۔ اسے لگا شاید اس کے چہرے کا رنگ بھی بدلا ہے۔

"تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے' یہ کیا حرکت تھی؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ پھٹ پڑی۔

"آئس کریم کھانا کوئی بری بات ہے۔" سفیان نے معصومیت سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو۔" وہ تپ کر بولی۔

"یار! مسز غزنوی آج زیادہ ہی غصے میں ہیں۔" منیب کی بات پر اس نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"غزنوی بھائی سے ملتے ہی اپنی زوہا فارم میں واپس آگئی ہے۔" صبیحہ نے شرارت سے اسے دیکھا۔

"تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" اس نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"اب تو تم یہی کہو گی۔" سفیان کے کہتے ہی وہ تینوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

لاؤنج میں چھائی خاموشی پر وہ حیران ہوئے لیکن اندر داخل ہوتے ہی وہ لوگ ساکت رہ گئے' جہاں گھر والوں کے ساتھ پھوپھو اور عثمان بیٹھے تھے۔ اسے دیکھتے ہی عثمان کی آنکھوں میں ایک چمک اتری جسے زوہا نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔

"زوہا! تم لوگ جاؤ۔" زوہیب کے الفاظ کے برعکس اس کا لہجہ سخت تھا۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف مڑی۔ کچھ دیر بعد اس نے سونیا کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا جس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ وہ خاموشی سے اس کے بولنے کی منتظر رہی۔

"زوہا! زوہیب مجھے طلاق دینا چاہتا ہے۔" اچانک وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر زور زور سے رونے لگی جبکہ ایک پل کے لیے زوہا ساکت رہ گئی۔

"میں اسی بات سے ڈرتی تھی۔ اگر عثمان نے ایسا کیا تو اس میں میرا کیا قصور تھا اور اب' جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے اور وہ دوبارہ تمہارے لیے آیا ہے تو بتاؤ میرا کیا قصور ہے؟" زوہا حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"زوہیب کہتا ہے' میں تمہارے خلاف ہوں' میں تمہارا برا چاہتی ہوں۔ یقین مانو زوہا! میں نے تمہیں کبھی اپنی بہن سے کم نہیں سمجھا۔ بس میں دوسروں کی باتوں میں آجاتی تھی۔" اچانک اس نے ساکت بیٹھی زوہا کے ہاتھ تھام لیے۔ "زوہا! میں بچپن سے زوہیب کو چاہتی آرہی ہوں' اب تو اس کی بیوی ہوں۔ میں اس سے جدائی کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ تم میری جگہ خود کو رکھ کر دیکھو' اگر غزنوی تمہیں چھوڑ دے تو....." زوہا نے بے اختیار اپنا ہاتھ کھینچا۔

"میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں زوہا! تم اسے سمجھاؤ۔" زوہا نے جلدی سے اس کے ہاتھ تھامے۔

"بھابھی! میں کیا کرسکتی ہوں۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"زوہا! وہ مجھے جانے کو کہہ رہا ہے۔ وہ آج ماموں کے کہنے پر بھی نہیں رکے گا لیکن اگر تم کہو گی تو وہ ضرور مان جائے گا۔" سونیا کے تیزی سے گرتے ہوئے آنسو اسے پریشان کر رہے تھے۔

"زوہا! میں جا رہی ہوں لیکن اگر کل تک زوہیب مجھے لینے نہیں آیا تو میں زہر کھا لوں گی۔"

"بھابھی! آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔" زوہا نے گھبرا کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"زوہا! زوہیب سے کہنا' میں مانتی ہوں مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں لیکن آئندہ میں اسے شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں گی۔ بس ایک بار مجھے معاف کر دے۔ تم وعدہ کرو' تم اسے مناؤ گی؟" سونیا نے ہذیانی انداز میں اسے کندھوں سے تھاما۔

"بھابھی! میں وعدہ کرتی ہوں' آپ چپ ہو جائیں۔" زوہا نے اس کے آنسو صاف کر کے اسے گلے لگا لیا۔

✡ ✡ ✡

"ارے زوہا! اندر آؤ نا۔" اسے دروازے میں کھڑا دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"بھائی! آپ بھابھی کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے۔" اس کی بات پر زوہیب کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"سونیا بھابھی آپ کی بیوی ہیں' اس طرح آپ ان کے ساتھ خود کو بھی تکلیف دے رہے ہیں۔"

"تم نہیں جانتیں' میں کب سے اس کی فضول باتیں برداشت کر رہا تھا۔ آج بھی وہ اپنے بھائی کو صحیح کہہ رہی تھی۔" اچانک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تو زوہا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بھائی! بھابھی کو اس بات کا احساس ہے' وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہیں اور اگر میری وجہ سے آپ کو ان پر غصہ ہے تو بھول جائیں کیونکہ میں بھی سب بھول چکی ہوں۔" اس نے لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"زوہا! میں سب کچھ نہیں بھول سکتا۔"

"بھائی! اگر آپ کو مجھ سے پیار ہے تو سب بھول جائیں۔ پلیز۔"

"زوہا! میں....."

"میں کچھ نہیں جانتی۔" اس نے ایک دم منہ پھلا لیا۔

زوہیب اب چونکا۔ آج زوہا نے کافی عرصے بعد اپنے انداز میں بات کی تھی۔ وہ مسکرایا تو زوہا نے سکون کا سانس لیا۔

"اب آپ اچھے بچوں کی طرح انہیں فون کریں اور ابھی لے کر آئیں۔" وہ فون پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ زوہیب بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"یہ لیں۔" اس نے ریسیور اس کے کان سے لگا دیا۔ زوہیب کے ہیلو کہنے پر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

✡ ✡ ✡

وہ ٹی وی کو دیکھ کم' گھور زیادہ رہی تھی۔ تنویر صاحب کے دوست کی شادی تھی' سب گھر والے وہاں گئے تھے صرف وہ اور منیب گھر پر تھے اور وہ بھی اپنے کمرے میں جا چکا تھا' صرف وہ اکیلی بور ہو رہی تھی۔ اس نے اکتا کر ٹی وی آف کر دیا۔ ابھی وہ اپنے کمرے میں جانے کا سوچ ہی رہی تھی جب فون کی گھنٹی پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

"ہیلو!" وہ بیزاری سے بولی۔

"السلام علیکم۔ غزنوی بول رہا ہوں۔" وہ ایک دم الرٹ ہوئی۔ "میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"جی!" اس نے حیرت سے اس کی فرمائش کو سنا۔

"ابھی!" غزنوی کی ابھی پر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ "میں گیٹ کے باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" فون بند کرتے ہوئے اس نے واضح طور پر اپنے ہاتھوں کو کانپتا محسوس کیا۔

"اس وقت کیا بات ہو سکتی ہے۔" اس نے پریشانی سے لاؤنج کا دروازہ دیکھا۔ وہ جلدی سے منیب کے کمرے کی طرف بھاگی۔ اس نے اندر جھانکا' جہاں وہ بے خبر سو رہا تھا۔ اس نے ہونٹ چباتے ہوئے گھبرا کر ہاتھوں کو مسلا۔ پھر فون کی تیز آواز پر وہ ڈر کر اچھل پڑی۔ دوسری بیل پر اس نے جھپٹنے کے انداز میں فون اٹھایا۔

"زوہا! اب آ بھی جاؤ۔ پانچ منٹ سے اتنی سردی میں کھڑا ہوں' اب بس مرنے ہی والا ہوں۔" غزنوی کی آخری بات پر وہ بے اختیار باہر کی طرف بھاگی۔ لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہی سردی کے مارے اس کے دانت بجنے لگے۔ گیٹ کھولنے پر وہ مسکرایا جبکہ وہ بھاگنے کی وجہ سے پھولنے والے سانس کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اتنی دیر؟"

"گھر میں کوئی نہیں ہے۔" زوہا کی نظریں اس کے ہونٹوں پر تھیں۔

"اچھا۔" زوہا کو لگا وہ مسکرایا ہے۔

"اندر آسکتا ہوں۔" وہ بڑے غور سے اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ اس کے ایک طرف ہونے پر وہ اندر آگیا۔ زوہا نے تھوک نگل کر اپنی گھبراہٹ کو کم کیا۔

"سالگرہ مبارک ہو۔" کچھ دیر بعد ایک گلاب کی کلی اس کی جھکی پلکوں کے نیچے نظر آئی۔ زوہا نے حیرت سے اس سرخ کلی کو دیکھا۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے نیم وا ہوئے اور اچانک مسکرانے لگے۔

"تھینکس۔" اس نے اس مسکراہٹ کے ساتھ کلی تھام لی۔

"ویلکم میم۔" وہ تھوڑا سا جھکا۔

"آپ کو یاد تھا۔" وہ اچانک اتنی خوش ہوئی تھی کہ کچھ دیر پہلے محسوس کی جانے والی گھبراہٹ بھی بھول گئی۔

"میں یہ دن کبھی نہیں بھول سکتا' دو سال پہلے آج کے دن میں نے خواہش کی تھی۔ اگلے سال سب سے پہلے میں تمہیں وش کروں۔ تب تو نہیں لیکن آج یہ خواہش پوری ہوگئی ہے۔" زوہا اس کلی کو دیکھتے ہوئے بہت غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔

"میرا خیال ہے سب سے پہلے میں نے تمہیں وش کیا ہے۔" غزنوی کے پوچھنے پر اس کا سر اثبات میں ہلا تو وہ مسکرا کر سامنے دیکھنے لگا۔

"میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔" اس نے غزنوی کو کوٹ کی جیب سے ایک کیس نکالتے دیکھا۔ ایک خوبصورت ڈائمنڈ رنگ اس کے سامنے تھی۔

غزنوی کی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلی تو اس کا بایاں ہاتھ خود بخود اس ہتھیلی پر ٹھہر گیا۔

"تمہارا ہاتھ تو بہت سرد ہو رہا ہے۔" انگوٹھی پہنا کر غزنوی نے دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ لے کر سہلانا شروع کر دیا۔ اچانک اسے لگا گرم ہاتھوں کا لمس بولنے لگا ہے۔ اس لمس نے اس کے رخساروں کو دہکا دیا تو اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا لیکن ان ہاتھوں کی گرفت سخت تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں ان آنکھوں پر ٹھہر گئیں۔ وہ آنکھیں اسے بے حد خوبصورت لگی تھیں۔ اب تک لوگوں کا چہرہ اور آنکھیں پڑھنے کے فن میں وہ نااہل رہی تھی لیکن وہ ان آنکھوں کو پڑھ رہی تھی۔ ان کی کشش اسے کھینچ رہی تھی۔ اسے اپنا پورا وجود کانپتا محسوس ہوا۔ اسے کانپتا دیکھ کر غزنوی نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم رخصتی کیوں نہیں کروانا چاہتیں؟" زوہا نے پریشانی سے اس کا سوال سنا۔

"اگر میں کہوں کہ میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتا تو..." دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوئی تھی کہ اپنے کانوں میں سنائی دینے لگی۔

"اگر میں ابھی تمہیں لے جاؤں تو...." وہ اس کی طرف تھوڑا اور جھکا تو زوہا کی آنکھوں میں تیزی سے پانی جمع ہوا۔ غزنوی ایک دم سنبھل کر پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھ میں دبے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے۔

"گیٹ بند کر لو۔" اس سے پہلے کہ سامنے کھڑا حسن اور رات کا سحر اس کو مکمل طور پر بے بس کرتے' وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ اور وہ ایک ٹک اسے جاتے دیکھ کر انگوٹھی لے کر چلتی اپنی دھڑکنوں کو شمار کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

حیرت کے مارے صبیحہ کا منہ کھل گیا جبکہ زوہا مزے سے چائے پینے میں مصروف ہوگئی۔

"تمہارا مطلب ہے رات کے بارہ بجے۔" اس کی حیرت کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

"تو میں کیا فارسی بول رہی ہوں۔" زوہا اب برا مان گئی جبکہ صبیحہ اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر بڑے غور سے اس کی انگوٹھی دیکھ رہی تھی۔

"رنگ تو بہت خوبصورت ہے' غزنوی بھائی تو اس بار ہم پر بھی سبقت لے گئے۔" زوہا مسکرا کر اپنی انگوٹھی دیکھنے لگی۔

"پھر آج ٹریٹ پکی۔" صبیحہ کے پوچھنے پر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ویسے کوئی بات ہوئی تھی؟" صبیحہ کے شرارتی انداز پر اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" صبیحہ بے ساختہ ہنسی تو وہ جلدی سے اپنا رخ موڑ گئی۔

صبیحہ ایک دم اٹھ کر اس کے سامنے آگئی۔ "اب

تمہارا دل کیا کہتا ہے؟" زوہا نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"غزنوی بھائی کے بارے میں"

"اچھے ہیں۔" بہت خوب صورت مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی اس سے پہلے صبیحہ کچھ کہتی دروازہ کھلنے پر وہ دونوں چونک گئیں۔ "زوہا بیٹا! تمہاری پھوپھو تمہیں بلا رہی ہیں۔"

"جی ابو۔" تنویر صاحب کو کہہ کر اس نے صبیحہ کو دیکھا جو کافی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے باہر نکل آئیں۔

"بھئی آج تو عثمان کو زوہا کا برتھ ڈے یاد تھا صبح صبح شور مچا دیا چلیں، چلیں۔" زوہا نے نظریں اٹھا کر عثمان کو دیکھا جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر کچن میں آگئی۔ آہٹ پر وہ مڑی دروازے میں کھڑے عثمان کو دیکھ کر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

"سالگرہ مبارک ہو۔"

"تھینکس۔" اس نے ایک بار پھر منہ موڑ لیا۔

"میں ابھی تمہاری تصویر دیکھ رہا تھا تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" عثمان کے لہجے پر اس کی نظریں بے اختیار لاؤنج میں لگی اپنی اور غزنوی کی نکاح کی تصویر پر رکیں، جن کے بارے میں سفیان اکثر کہا کرتا تھا اس تصویر کی خوب صورتی کا سارا کریڈٹ غزنوی کی پرسنالٹی کو جاتا ہے اس نے تصویر سے نظریں ہٹالیں۔

"جانتی ہو زوہا! میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں میں نے تم پر شک کیا، لیکن تم نے بھی تو مجھے کوئی وضاحت نہیں دی۔" زوہا نے اس پر صرف ایک نظر ڈالنے پر اکتفا کیا جس پر وہ نظریں چرا گیا۔ "میں وہاں لیزا کو پسند کرنے لگا تھا۔ لیکن کچھ عرصے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں غلط ہوں میں سب چھوڑ کر واپس آگیا تمہارے لیے۔ جب میں یہاں آیا تو تم بالکل بدلے ہوئے روپ میں میرے سامنے تھیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو۔" زوہا نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

"تم نے ہو بہو خود کو میری پسند میں ڈھال لیا ہے۔ سنجیدہ، سوبر، خاموش۔ سچ میں بہت خوش ہوں۔" زوہا نے بے اختیار اپنے دل کو ٹٹولا۔

"تو کیا میرے مزاج میں تبدیلی کی وجہ عثمان کی محبت ہے؟"

"اب تو ماموں نے بھی مجھے معاف کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے ناراض نہیں۔ ہم اب بھی ایک ہو سکتے ہیں۔" وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"زوہا!" صبیحہ کی آواز پر وہ دونوں چونکے۔ "غزنوی بھائی، انکل آنٹی کے ساتھ آئے ہیں۔" وہ کہہ کر واپس مڑ گئی۔

"زوہا! اس تصویر میں تمہارے ساتھ کھڑے ہونے کا حق صرف میرا ہے اور یہ بات اس شخص کو آج میں بتادوں گا۔" عثمان کے باہر نکلنے پر بھی وہ ویسے ہی کھڑی رہی۔

"کیا میں عثمان سے محبت کرتی ہوں؟" وہ دل سے بار بار ایک ہی سوال کر رہی تھی۔ لیکن وہ خاموش تھا۔ کل پہلی بار اس کا دل مختلف انداز میں دھڑکا تھا۔ پھر اچانک غزنوی کا نام ذہن میں آتے ہی وہ چونکی وہ ایک دم باہر کی طرف بھاگی۔

"ارے کیا ہوا!" صبیحہ نے حیرت سے اس کی پریشان شکل دیکھی۔

"سب اندر ہیں۔" اس نے ڈرائنگ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ غزنوی بھائی، عثمان بھائی کے ساتھ باہر بیٹھے ہیں۔" زوہا کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ باہر کی طرف بھاگی۔ لیکن سامنے کھڑے عثمان اور غزنوی کو دیکھ کر اس نے بے اختیار دروازے کا سہارا لیا۔

"میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ زوہا مجھ سے محبت کرتی ہے۔" عثمان کی بات پر صبیحہ نے پریشانی سے زوہا کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا۔

"کبھی آپ کہتے ہیں زوہا، سفیان کو پسند کرتی ہے، کبھی آپ کہتے ہیں وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔" غزنوی کا لہجہ سراسر مذاق اڑانے والا تھا۔

"میں اتنی دیر سے آپ کو سمجھا رہا ہوں وہ آپ سے محبت نہیں کرتی تو اس رشتے کو برقرار رکھنے کا فائدہ۔"

"فائدہ نقصان تو مجھے نہیں پتا میں صرف اتنا جانتا ہوں، زوہا میری بیوی ہے۔ اور میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں اور کم از کم آپ سے مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔" اب کی بار غزنوی کا لہجہ کافی سخت تھا۔ غزنوی کے پلٹتے ہی زوہا نے آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹیک لگالی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ صبیحہ جب کمرے میں داخل ہوئی وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

میری اپنی کوئی زندگی نہیں۔ جب جس کا دل چاہا آ جائے اور جب دل چاہا چلا جائے۔ وہ میری خاموشی کو اپنی محبت سمجھ رہا ہے۔ وہ بھول گیا ہے اس نے مجھ پر کیا کیا الزامات لگائے تھے۔ ان الزامات کی آج بھی مجھے اتنی تکلیف ہے کہ وہ اندازہ نہیں کر سکتا۔ صرف اس کی ایک بات ہے میں خود کو مجرم تصور کرنے لگی تھی۔ اپنا آپ بہت حقیر لگنے لگا تھا، مجھے لگتا تھا واقعی ہنس کر میں بہت بڑا جرم کر رہی تھی۔ اس کی وجہ سے میں غزنوی پر شک کرتی رہی جب اپنا ایسا تھا تو وہ تو پھر غیر ہیں، میں نے انہیں بدگمان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی وہ چاہتے تو بڑی آسانی سے عثمان کی بات کا یقین کر سکتے تھے۔ لیکن آج، آج انہوں نے مجھے جو اعتماد اور عزت دی ہے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

وہ اس کے گلے لگ کر رونے لگی پھر اچانک اس سے الگ ہو کر اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات پر صبیحہ ٹھٹھکی اس نے تیزی سے زوہا کا ہاتھ تھاما جسے جھٹک کر وہ تیزی سے باہر نکلی۔ صبیحہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ وہ لان میں پہنچی عثمان کے ساتھ منیب اور سفیان بھی تھے۔

"زوہا؟ کیا ہوا زوہا!" اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر منیب چونکا۔ عثمان نے بے ساختہ پیچھے دیکھا۔ زوہا قہر بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ دو قدم چل کر اس کے مقابل کھڑی ہو گئی۔

"غزنوی کے جواب سے تمہیں تسلی تو ہو گئی ہو گی پھر بھی میں نے سوچا تمہاری غلط فہمی دور کر دوں جو تم نے میری خاموشی سے اخذ کی۔" اس کی آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ سفیان اور منیب بے ساختہ آگے بڑھے "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ فطرت کبھی نہیں بدلتی پھر تم نے کیسے سوچ لیا میں بدل گئی وہ بھی تمہارے لیے۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"میں آج بھی اسی طرح ہنستی ہوں کہ لوگ میری طرف دیکھتے ہیں۔ آج بھی میری دوستی سفیان سے ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔ آج بھی میں تمہاری عزت نہیں کرتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بڑی نفرت سے بول رہی تھی۔ "تم نے محبت کی بات کی تھی۔ تم جانتے ہو محبت کیا ہوتی ہے۔" اس کی آنکھوں میں نفرت تھی لیکن ہونٹ مسکرا رہے تھے۔

"محبت وہ ہوتی ہے جو غزنوی مجھ سے کرتے ہیں جو میں ان سے کرتی ہوں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی اور ہر لفظ کے ساتھ عثمان کا چہرہ رنگ بدل رہا تھا "تم نے وضاحت کی بات کی تھی کہ میں تمہیں وضاحت دیتی کہ سفیان صرف میرا بھائی ہے، کیوں دیتی وضاحت۔" وہ زور سے چیخی۔

"زوہا۔" منیب نے گھبرا کر ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا، مگر اس پر اس وقت ایک جنون سوار تھا۔ دو سالوں کا لاوا تھا جواب لفظوں کی صورت میں نکل رہا تھا۔

"غزنوی کہتے ہیں جہاں محبت ہوتی ہے وہاں شک کی گنجائش نہیں رہتی تمہارے میرے رشتے میں شک کے سوا کچھ نہیں تھا، سمجھے تم۔ میں نے کبھی بھی تم سے محبت نہیں کی۔ کبھی نہیں اور تمہارا تصویر میں کھڑے ہونے کا حق تو بہت دور کی بات ہے، مجھ سے بات کرنے کا بھی تمہیں کوئی حق نہیں۔" سفیان نے داد دیتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں زوہا غزنوی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی۔" وہ بڑے فخر سے بولی تھی۔ ایک دم وہ بہت ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ لاؤنج میں مڑتے ہوئے اس نے صبیحہ کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں بتا نہیں سکتی مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے کہ تم آئی ہو۔" حفصہ نے اس کا چہرہ چومتے ہوئے اسے صوفے پر بٹھا لیا۔ آج غزنوی اور اس کے بابا نکلے تو میں نے سوچا کیوں نہ اپنی بیٹی کو بلا لوں کچھ گپ شپ ہو جائے گی۔ وہ بڑے پیار سے اس کا چہرہ تک رہی تھیں جبکہ وہ سر جھکائے مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"آج پہلی بار تم اپنے گھر آئی ہو، چلو تمہیں تمہارا گھر دکھا لاؤں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے گھر کا کونا کونا دکھا رہی تھیں۔

"یہ تمہارا کمرہ ہے۔" ایک کمرے کا دروازہ کھول کر انہوں نے کہا۔ اس نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے میں قدم رکھا۔ بے حد خوبصورت کمرہ جس کی دیواریں اس کی تصویروں سے سجی تھیں۔ لیکن سامنے دیوار پر لگی تصویروں نے اسے حیرت زدہ کر دیا۔ وہ زوہیب کی شادی کی تصویریں تھیں۔ اس کی حیرت پر حفصہ مسکرائیں۔

"تم کیا سمجھتی ہو' میرے بیٹے نے ایسے ہی تم سے شادی کرلی۔ وہ سالوں سے تمہیں چاہ رہا ہے' وہ تو تمہارا دیوانہ ہے۔" وہ ہنسی تھیں۔ جبکہ وہ حیرت سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"وہ ہمیشہ سے پہلی نظر کی محبت کا قائل تھا' کہتا تھا ایک خاص چہرہ ہے میرے دل میں۔ میں اور اس کے بابا اس کے پاگل پن پر ہنستے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں احساس ہونے لگا کہ غزنوی کی سوچ غلط ہے۔ کیا پتہ ایسا کوئی چہرہ اس دنیا میں ہے بھی یا نہیں' لیکن پھر وہ چہرہ تمہارے روپ میں سامنے آیا۔ غزنوی سے زیادہ ہم خوش تھے۔ وہ کہتا تھا۔ ممی زوہا کی ہنسی بہت خوب صورت ہے' تمہاری باتیں' تمہارا ہر انداز اسے پسند تھا۔"

حفصہ اسے غزنوی کی دیوانگی' اس کے نہ ملنے پر اس کا دکھ' ہر بات بتا رہی تھیں اور وہ اتنی شدید محبت پر ساکت رہ گئی تھی۔ اسے سب پیار کرتے تھے۔ لیکن غزنوی کی محبت کو اگر وہ اپنے لیے عشق کا نام دیتی تو غلط نہ ہوتا۔ کمرے سے نکلنے سے پہلے اس نے ایک بار پھر مڑ کر پیچھے دیکھا اور اس لمحے اسے خود پر بے پناہ رشک آیا۔ کوئی اور مانے یا نہ مانے اس نے خود کو خوش قسمت مان لیا تھا۔

"غزنوی نے مجھے پہلے کبھی نہیں بتایا۔" کاریڈور میں سے گزرتے ہوئے وہ سوچنے لگی۔

"تم نے کبھی موقع دیا۔" اندر سے آتی آواز پر وہ بے ساختہ مسکرائی۔

"میں نے زوہیب کو فون کر دیا ہے۔ وہ سب کو لے کر آ رہا ہے غزنوی اور کمال کو میں آج سرپرائز دوں گی۔" زوہا چائے بناتے ہوئے مسلسل حفصہ کی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔

"بیٹا! تم رہنے دیتیں سلیم کو خوامخواہ بھیج دیا۔"

"ممی! میرے ہاتھ کی چائے پی کر کسی کو افسوس نہیں ہو گا۔" اس کے شرارتی انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"زوہا! پتا ہے نکاح کے بعد جب میں تم سے ملی تو مجھے لگا غزنوی کو غلط فہمی ہوئی ہے تم تو بہت سنجیدہ ہو۔"

"ممی! میں آپ کو سنجیدہ لگتی ہوں۔" اس کے منہ پھلانے پر انہوں نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا تو ان کے انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ آج کافی عرصے بعد وہ اپنے انداز میں ہنسی تھی۔ اس نے چونک کر اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھا۔

"کیا ہوا؟۔" حفصہ نے گھبرا کر اس کا خاموش چہرہ دیکھا۔ غزنوی کی بات اس کے دماغ میں گونج رہی تھی۔

"کیا مجھے محبت ہو گئی ہے؟" وہ دیکھ حفصہ کو رہی تھی اور سوال اپنے دل سے کر رہی تھی۔ جبکہ حفصہ اس کے گم صم انداز پر پریشان ہو گئیں۔

"ہاں مجھے غزنوی سے محبت ہے' بہت زیادہ محبت ہے۔" دل کا جواب ملتے ہی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بدتمیز ڈرا دیا مجھے۔" حفصہ نے ایک چپت اس کے سر پر لگائی۔ ہنسی کی آواز پر اندر داخل ہوتے کمال احمد چونکے۔

"میں بھی کہوں ہمارے گھر کے در و دیوار آج مسکرا کیوں رہے ہیں۔ اب پتا چلا' میری رانی بیٹی آئی ہے۔" خوشی سے کمال احمد کا چہرہ دمک اٹھا۔

"بابا! آپ میرے ہاتھ کی چائے پئیں گے۔" اس کے بابا کہنے پر انہوں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما۔

"میری بیٹی کچھ دے اور میں انکار کروں' کیا یہ ہو سکتا ہے۔" وہ مسکرا کر چائے کپ میں ڈالنے لگی۔ کمال احمد کے قہقہے پر وہ حیران ہوتا ہوا اندر داخل ہوا جب ایک اور سریلی ہنسی اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے بے ساختہ آواز کی سمت دیکھا۔ کچن میں کھڑی زوہا کو دیکھ کر بھی وہ بے یقین تھا۔ سامنے حیران کھڑے غزنوی کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ اس نے سر جھکا کر رخ بھی موڑ لیا۔ اس کے اس انداز پر حفصہ اور کمال دونوں حیران ہوئے اور پیچھے مڑنے پر سارا معاملہ ان کی سمجھ میں آ گیا۔ ان دونوں کے قہقہے پر زوہا نے بڑی مشکل سے اپنے قہقہے پر قابو پایا۔ زوہیب وغیرہ کے آنے پر وہ باہر نکل گئے۔

"کتنی غدار ہو' صبح سے یہاں ہو' بتا کر ہمیں آ سکتی تھیں۔" سفیان سیدھا کچن میں اس کے پاس آیا تھا۔

"تم ذرا گھر چلو۔" صبیحہ کی دھمکی پر وہ مسکرائی تو وہ تینوں اسے گھورتے ہوئے باہر نکل گئے۔ جبکہ وہ وہیں کھڑی سامنے کیبنٹ کو گھورنے لگی۔

"بیٹا! یہاں کیوں کھڑی ہو' اندر آ جاؤ' دیکھو وہ لوگ کتنا انجوائے کر رہے ہیں۔" حفصہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج میں لے آئیں۔ وہ اس وقت سخت نروس ہو رہی تھی۔ پہلی دفعہ اسے غزنوی کا سامنا کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ سونیا' صبیحہ' منیب' سفیان' زوہیب' کمال احمد سب غزنوی کو گھیرے بیٹھے تھے۔ کافی دیر تک بہت خوبصورت وقت گزارنے

کے بعد وہ لوگ واپسی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"اب تم جلدی سے آجاؤ۔ غزنوی سے زیادہ ہمیں تمہارا انتظار ہے۔" حفصہ نے اس کے قریب آکر اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

اس نے ہنستے ہوئے ساتھ کھڑے غزنوی کو دیکھا جو مسکراتا ہوا گہری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ جلدی سے گاڑی کی طرف مڑ گئی۔

"غزنوی کا گھر بہت خوب صورت ہے۔" سونیا نے ڈرائیو کرتے ہوئے زوہیب کو دیکھا۔ "لگتا ہے انکل، آنٹی زوہا سے بہت پیار کرتے ہیں۔ سچ میں مجھے تو زوہا پر بہت رشک آرہا ہے۔" سونیا کی بات پر زوہیب نے ذرا سی نظر گھما کر اسے دیکھا۔ جبکہ پیچھے بیٹھی زوہا طمانیت سے مسکرا دی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی تنویر صاحب کے پاس عائشہ بیگم اور عثمان کو دیکھ کر وہ ٹھٹھکی تھی۔

☼ ☼ ☼

باہر سے آتی آوازوں پر اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آگئی۔ پچھلے چار دنوں سے وہ مسلسل اذیت میں تھی۔ زندگی ایک بار پھر اس کے لیے عذاب بن گئی اور اب کی بار بھی اس کا ذمہ دار عثمان تھا۔ وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ اس طرح لے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جب وہ غزنوی کو نہیں بھڑکا سکا تو اس نے تنویر صاحب کو استعمال کیا اور ہمیشہ کی طرح اپنی بہن کے آنسوؤں کے سامنے وہ سب کچھ فراموش کر گئے حتیٰ کہ اپنی بیٹی کو خوشیاں بھی۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی تو اس نے خود کو خوش نصیب مانا تھا۔ وہ روتے ہوئے دروازے کی طرف آگئی۔ باہر نکلتے ہی آوازیں اور واضح ہو گئیں وہ سونیا کے کمرے کی طرف آگئی لیکن اندر سے آتی آواز پر اسے رکنا پڑا وہ شاید فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔

"کم از کم آپ سے میں یہ امید نہیں کرتی تھی امی! عثمان کیا، عثمان کی عقلمندی کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے۔ یہ تو آپ کو بھی پتا ہے۔ زوہا کا نکاح ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے ماموں سے بات کیوں کی؟" کچھ دیر وہ رکی تھی۔

"میں کیا سمجھوں امی! کیا آپ نہیں جانتیں زوہیب، زوہا کے معاملے میں کتنا ٹچی ہے۔ پہلے بھی آپ لوگوں کی وجہ سے میرا گھر اجڑتے اجڑتے بچا ہے اور اب کی بار بھی آپ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیا صرف عثمان ہی آپ کا بیٹا ہے، میں آپ کی کچھ نہیں لگتی۔" سونیا بہت غصے میں تھی۔

"واہ عثمان! خود غرضی کی بھی حد ہوتی ہے۔" اب شاید لائن پر عثمان تھا۔

"ہاں میں زوہیب کی بیوی زیادہ ہوں۔ کیونکہ میرا بھائی غلط ہے۔ جب ہم نے تمہیں منع کیا تھا کہ زوہا میں بچپنا بہت زیادہ ہے تب تم ہی کہتے تھے جو بھی ہو مجھے زوہا سے ہی منگنی کرنی ہے، پھر تمہیں اس میں خامیاں نظر آنے لگیں۔ تم نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔ اب جب وہ غزنوی کی بیوی ہے تو اچانک تمہیں اس میں خوبیاں نظر آنے لگی ہیں۔ تم نے کبھی سوچا تمہارے اس قدم کی وجہ سے میرا کیا حال ہو سکتا ہے۔ پچھلے چار دنوں سے ہم کس اذیت میں ہیں۔ عثمان، تم آکر ماموں کو منع کر دو۔" اب جیسے سونیا نے اس سے التجا کی۔

"عثمان!" وہ چیخی شاید دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا تھا۔ زوہا پریشانی سے لاؤنج میں آگئی جہاں سب موجود تھے۔

"ابو! مجھے آپ کی ضد سمجھ میں نہیں آرہی۔" زوہا نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں التجا کر رہی تھیں۔

"بھائی آپ نہ ہارنا۔"

"یہ ضد نہیں، ایک درست فیصلہ ہے۔ میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ میری بیٹی کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔" زوہیب نے دکھی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"ابو! زوہا کی خوشی غزنوی میں ہے۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری۔ زوہا کی خوشی عثمان میں ہے۔" تب ہی زوہیب کی نظر اس پر پڑی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور بازو سے پکڑ کر ان کے سامنے لے آیا۔

"کیا غزنوی سے علیحدگی کا دکھ اس کے چہرے پر آپ کو نظر نہیں آرہا۔"

"تنویر صاحب نے اس کا چہرہ دیکھا جس کی نظریں جھکی تھیں۔ لیکن ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔" انہوں نے اس پر سے نظریں ہٹا کر جیسے حقیقت سے نظریں چرائیں۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ غزنوی سے میں نے کہا تھا وہ طلاق دے دے لیکن وہ نہیں مانا اس لیے مجھے خلع کے پیپرز تیار کروانے پڑے۔ زوہا ان پر سائن کر دے تو میں

انہیں کورٹ میں جمع کروادوں گا۔" زوہا نے ساکت نظروں سے باپ کو دیکھا۔

"ابو!" زوہیب کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جبکہ طاہرہ نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا۔ منیب نے تنویر صاحب سے نظریں ہٹا کر زوہا کو دیکھا جو کانپ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی اس نے تیزی سے اس کے قریب جا کر اسے تھام لیا۔

"زوہا سائن نہیں کرے گی۔" زوہیب غصے سے بولا۔

"اگر زوہا نے سائن نہیں کیے تو میں ساری عمر اس کی شکل نہیں دیکھوں گا۔" زوہا نے مضبوطی سے زوہیب کا بازو تھاما۔

"اور زوہیب! اب اگر تم نے مزید بحث کی تو تم بھی سمجھ لینا آج سے تم یتیم ہو۔" زوہیب اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ وہ خاموشی سے مڑ گئے۔ اور پھر فون کی بیل پر سب کا سکتہ ٹوٹا۔ سفیان نے ایک نظر سب کو دیکھ کر فون اٹھالیا۔

"زوہا!" سفیان نے فون اسے تھمادیا۔

"زوہا!" غزنوی کی آواز پر کارڈلیس پر اس کی گرفت سخت ہوگئی۔

"زوہا! کوئی ایسا فیصلہ مت کرنا کہ ساری عمر کی جدائی میرا نصیب بن جائے میں نے ایک عمر تمہارا انتظار کیا ہے۔ پہلے میں یہ جدائی سہہ گیا تھا۔ لیکن اب کی بار یہ میرے لیے ممکن نہیں۔" غزنوی کی آواز کافی بھاری تھی شاید وہ روتا رہا تھا۔ زوہا سے اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔ وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ زوہیب نے بڑے دکھ سے اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا وہ جانتا تھا یہ فون کس کا ہو سکتا ہے۔ "زوہا! تم کمزور نہ پڑنا کچھ تو کہو' امید کا ایک لفظ' غزنوی کے لہجے کی تڑپ سے رلا رہی تھی۔ اس نے ریسیور وہیں پھینک کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگادی۔ کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ کتنی دیر سے ایک ٹک دیوار کو گھور رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا شاید مزید بہانے کے لیے اس کے پاس ایک آنسو بھی نہیں بچا۔ اپنے اندر کا سونا پن اسے بری طرح محسوس ہو رہا تھا۔ عثمان یا غزنوی میں سے کسی ایک کو چننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کے دل پر غزنوی کا راج تھا۔ جو جگہ غزنوی کے لیے اس کے دل میں تھی عثمان وہاں تک رسائی پانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن یہاں سوال غزنوی یا باپ کا تھا اور دونوں میں سے کسی ایک کو چننا اس کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔ سوچ سوچ کر اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگی تھیں۔ آہٹ پر اس نے دروازے میں کھڑے منیب کو دیکھا۔

"ابو تمہیں بلا رہے ہیں۔" اس کے سر ہلانے پر وہ مڑ گیا۔

اس نے ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکالیں۔

"تو فیصلے کی گھڑی آگئی۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے سوچا۔

"زوہا! تو میری جان ہے۔" تنویر صاحب کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

"زوہا میری بیوی ہے' میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔" ایک اور بازگشت سنائی دی۔

"وہ تو دیوانہ ہے تمہارا۔" اب حفصہ اس کے کان کے پاس مسکرائیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو تیرنے لگے۔

"میرا دل چاہتا ہے میں ان آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھوں۔" پرشوق نظریں اس کے سامنے آئیں۔

اس کی نظریں اپنے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی پر ٹھہر گئیں کچھ دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی پھر اچانک اس نے اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیے۔

"زوہا۔" منیب کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر' آنکھوں میں اتنی وحشت تھی کہ منیب کی آنکھوں میں پانی اکٹھا ہونے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج میں لے آیا۔ اس کی سب سے پہلی نظر عثمان پر پڑی جس کے چہرے پر بدلے کی چمک بہت واضح تھی۔ غزنوی اپنے ممی پاپا کے ساتھ موجود تھا۔ روتی ہوئی حفصہ کو دیکھ کر اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"زوہا ادھر آؤ بیٹا یہاں سائن کر دو۔" غزنوی بے اختیار کھڑا ہوا' زوہا نے تنویر صاحب کو دیکھ کر ان کاغذات کی طرف دیکھا جو اس کے دل کے رشتے کو ختم کرنے کے لیے بنا تھا۔ اسے تو اپنے نام کے ساتھ غزنوی کے نام کی اتنی عادت ہو گئی تھی کیا اس کے نام کے ساتھ کوئی اور نام جڑ سکتا ہے۔ اس نے ایک بار پھر تنویر صاحب کو دیکھا۔ ان کے ساتھ اس کا خون کا رشتہ تھا۔ انہوں نے اس کی انگلی پکڑ کر اسے چلنا سکھایا۔ اپنا مان' ڈھیر سی محبت دی پھر اس نے غزنوی کی طرف دیکھا اس شخص سے اس کے دل کا'

کارشتہ تھا۔ ان آنکھوں نے اس کی آنکھوں کو بے پناہ خواب دیے تھے۔ اس کے دل کی دنیا کو نئے جذبوں سے روشناس کروایا تھا۔ اپنی بے پناہ محبت کے ساتھ اعتماد بھی۔ جس نے اس کے کھوئے ہوئے اعتماد کو لوٹایا۔ اس نے اپنا کو زوہا کی حیثیت سے چاہا۔ اپنی شرائط پر بدلنے کی کوشش نہیں کی۔

"زوہا! سائن کردو۔" تنویر صاحب کی آواز پر اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اس نے آنکھیں بند کرکے گہرا سانس لیا۔ زوہیب بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ تنویر صاحب کی نظریں اس پر ہی جمی تھیں۔

"میں آخری دفعہ کس کی دھڑکن سننا چاہتی ہوں۔ کس کا لمس محسوس کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے دل سے سوال کیا۔ جواب ملتے ہی فیصلہ بھی ہوگا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ زمین و آسمان اس کے سامنے گھوم رہے تھے لیکن صرف ایک بار وہ ان دھڑکنوں کو سننا چاہتی تھی۔ وہ بے اختیار غزنوی کی طرف مڑی۔ زوہیب کے ساتھ عثمان اور منیب بھی کھڑے ہوگئے۔ اس کے ہر قدم پر سب کی نظریں جمی تھیں۔ غزنوی کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے ان آنکھوں میں دیکھا جہاں نمی تھی، لیکن اب زندگی سانس لے رہی تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اس کی دھڑکن کو سننا چاہا تبھی غزنوی کا ہاتھ اس کے ہاتھ پر ٹھہر گیا۔ اس نے غور سے اس ہاتھ کو دیکھا اور اپنی پیشانی اس پر ٹکادی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے آنسو ختم ہوچکے ہیں لیکن وہ تو بری طرح رو رہی تھی۔ اچانک اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر سر اٹھالیا۔

"آئی ایم سوری غزنوی! میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں لیکن میں اپنے ابو سے بھی بہت پیار کرتی ہوں۔ میں ان کا مان نہیں توڑ سکتی۔" ان ساکت آنکھوں میں امید مر رہی تھی۔ وہ نظریں چرا کر مڑی جب حفصہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ان کی آنکھوں میں التجا تھی۔ اس نے کمال احمد کا سرخ چہرہ دیکھا۔ پھر ساکت کھڑے تنویر صاحب کی طرف مڑی، اس کا دل کہہ رہا تھا صرف ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھ لو۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر وہ پیچھے مڑی تو وہ پتھر کی ہو جائے گی اس کی رکتی ہوئی سانسیں بتا رہی تھیں کہ دل کو اس کا فیصلہ پسند نہیں آیا۔ لیکن وہ اپنے باپ کی نظروں میں سرخرو ہوگئی تھی۔ اپنی نظروں میں گرنے سے بچ گئی۔ لیکن پھر بھی بہت تکلیف تھی۔ "سامنے چھائے

اندھیرے پر اس نے سہارے کے لیے کسی کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن اگلے ہی پل وہ زمین پر تھی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اوندھے منہ بستر پر گری باہر سب ہلا گلا میں مصروف تھے جبکہ وہ کچھ بھی ٹھیک طرح سے انجوائے نہیں کرپائی۔ کچھ طبیعت کافی بوجھل تھی۔ دوسرے مسلسل سر جھکانے سے گردن الگ دکھ رہی تھی۔ اب صبیحہ اسے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ اس دن جب اسے ہوش آیا سب اس کے پاس تھے سوائے غزنوی اور تنویر صاحب کے پھر اسے پتا چلا تنویر صاحب نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے اور آج ٹھیک دو دن بعد اس کی مہندی تھی۔ تنویر صاحب نے ہاں تو کردی تھی لیکن وہ بہت چپ چپ تھے اور ان کی چپ نے اسے مضمحل کر رکھا تھا۔

"زوہا!" تنویر صاحب کی آواز پر وہ ایسے ۔۔۔

سنجیو کپور کی کتاب "کھانا خزانہ" کی کامیابی
کے بعد لذیذ کھانوں کی ترکیبیں

انڈین کھانے

سنجیو کپور

قیمت : 250/= روپے
ڈاک خرچ : 30/= روپے

آج ہی گھر بیٹھے منگوانے کے لئے
280/= روپے کا منی آرڈر یا ڈرافٹ
ارسال کریں۔

منگوانے کا پتہ

مکتبۂ عمران ڈائجسٹ
37۔ اردو بازار۔ کراچی
فون: 2216361

اٹھی۔

"بیٹا! باہر سے آ کیوں گئی ہو' طبیعت زیادہ خراب ہے؟" ان کے پیار بھرے لہجے پر اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

"ابو آپ مجھ سے ناراض ہیں۔" اس نے روتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"زوہا! میں تم سے بھی ناراض ہوا ہوں؟" ان کے سوال پر اس کا سر نفی میں ہلا۔

"میں خود سے ناراض ہوں۔ میں کیسے اتنا غلط فیصلہ کرنے لگا تھا۔ میں کیسے اپنی بیٹی کی خوشیاں نہیں دیکھ سکا۔ اپنے غیر کے چکر میں صحیح غلط کی تمیز کرنا بھول گیا تھا۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ میری بیٹی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوما۔

"میں آج تک یہی سمجھتا رہا کہ میں اپنی بہن سے بہت پیار کرتا ہوں۔ لیکن زوہیب نے ثابت کر دیا کہ اس کی محبت مجھ سے بھی زیادہ ہے۔ بعض دفعہ بچے بھی بڑی عقلمندی کا مظاہرہ کر جاتے ہیں۔ غزنوی کا انتخاب اس نے پوری ہوش مندی میں کیا' میری طرح جذباتی نہیں ہوا۔ مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے۔ جس نے میری زوہا کے لیے غزنوی جیسا ساتھی چنا۔" زوہا نے نظریں جھکا لیں۔

"بیٹا! تم اپنی پھپھو کو اور عثمان کو معاف کر دو۔" تنویر صاحب کے ملتجی انداز پر اس نے سر اٹھایا۔

"ابو! میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔" انہوں نے پیار سے اسے دیکھ کر مہندی سے سجے اس کے ہاتھ تھام لیے "میری بیٹی آج بہت پیاری لگ رہی ہے۔" زوہا کی ہتھیلی پر دو قطرے گرے تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ابو! آپ رو رہے ہیں۔" اس کی آنکھیں ایک بار پھر آنسو بہانے کو تیار ہو گئیں۔

"نہیں بیٹا! یہ خوشی کے آنسو ہیں ایک افسوس بھی ہے کہ کل میری بیٹی چلی جائے گی۔" وہ ایک دم دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی۔ پہلے ہی اس کا دل اتنا افسردہ ہو رہا تھا۔

"ہائے زوہا! کیا ہوا؟" کچھ دیر بعد اس نے سونیا اور صبیحہ کی آواز سنی۔

"خدا کے لیے زوہا! چپ کر جاؤ پہلے ہی اتنی مشکل سے چچی جان اور ہوبی کو چپ کروا کر آئی ہوں۔" صبیحہ کے عاجزی پر بولنے پر اس نے روتی ہوئی نظروں سے دیکھا جہاں زوہیب سرخ آنکھیں لیے کھڑا تھا وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

"خدا کے لیے زوہا! چپ ہو جاؤ صبح سے یہ رم جھم جاری ہے۔" سفیان نے اسے ڈانٹا لیکن خود اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"غزنوی کہہ رہا تھا وہ زوہا کو دیکھنا چاہتا ہے۔" تنویر صاحب اور طاہرہ کے نکلتے ہی سونیا نے زوہیب سے کہا تو زوہا نے گھبرا کر اپنا سر اس کے سینے سے اٹھا لیا۔

"میں اسے منع کر آئی ہوں۔" سونیا کے کہنے پر زوہیب باہر نکل گیا وہ چپ چاپ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"زوہا' غزنوی بھائی آ رہے ہیں۔" صبیحہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے تیزی سے کہا۔ اس نے گھبرا کر دوپٹہ ماتھے تک کر لیا۔ لیکن ان سب کے قہقہے پر ان کا مذاق اس کی سمجھ میں آ گیا۔ خفت سے سرخ پڑے چہرے کے ساتھ وہ انہیں گھور کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

صوفے پر بیٹھی وہ ابھی بھی سوں سوں کر رہی تھی۔ رخصتی پر اس نے جو رونا شروع کیا تو گھر پہنچنے تک بڑی مشکل سے چپ ہوئی تھی۔ لیکن اب کچھ دیر بیٹھ کر اس کے حواس کام کرنے لگے۔ ساتھ بیٹھے شخص کی نظروں نے اسے سب کچھ بھلا دیا۔ اور دل تو اتنی تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا جیسے آج کوئی ریکارڈ قائم کر کے چھوڑے گا۔ غزنوی نے ایک نظر اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر اس کے ہولے ہولے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس نے حفصہ کو آواز دے کر زوہا کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف آ گئیں۔

"زوہا! کیا بات ہے تھک گئی ہو؟" اس نے سر نفی میں ہلایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ "ہاتھ اتنے ٹھنڈے کیوں ہو رہے ہیں۔" انہوں نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ممی! میرے پاؤں بھی ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تو حفصہ نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ روک کر ہنستے ہوئے غزنوی کو دیکھا۔

"چلو آؤ تمہیں کمرے میں چھوڑ آؤں۔" وہ اس کا ہاتھ

تھام کر اسے کمرے کی طرف لے آئیں۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" دروازہ کھول کر انہوں نے اسے اندر جانے کو کہا تو اس نے حیرت سے انہیں دیکھ کر کمرے کو دیکھا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے دیوار پر ہاتھ مار کر سوئچ بورڈ تلاش کیا۔ اس نے ایک ساتھ کئی بٹن پش کیے اور ساتھ ہی سارا کمرہ روشنیوں میں نہا گیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی۔ زوہیب سے بات کرتا ہوا غزنوی چونکا۔

"غزنوی۔" زوہا کی پکار پر وہ تیزی سے کمرے کی طرف بھاگا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا رکھا تھا۔

"زوہا۔" اس کے پکارنے پر وہ بھاگتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

"زوہا۔" اس کے بری طرح رونے پر وہ پریشان ہو گیا۔ تب اس کی نظر سامنے اٹھی جہاں بے حد ڈراؤنے ماسک پہنے دو لوگ کھڑے تھے۔ ماسک اترتے ہی منیب اور سفیان کے چہرے نکلے ان کی شرارت پر غزنوی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ زوہا نے حیرت سے سر اٹھا کر غزنوی کو دیکھا تو اس کی نظر پیچھے کھڑے زوہیب، صبیحہ، کمال احمد اور حفصہ پر پڑی جو ہنس رہے تھے۔ اس نے اسی حیرت سے سامنے دیکھا جہاں منیب اور سفیان پیٹ پر ہاتھ رکھے دہرے ہو رہے تھے۔ ایک منٹ میں ساری صورتحال اس کی سمجھ میں آ گئی۔

"مولی بدتمیز انسان، میں تم دونوں کو چھوڑوں گی نہیں۔" اس نے غصے سے انہیں مارنے کے لیے کوئی چیز تلاش کی۔

"اپنی شکل دیکھو۔" منیب نے بمشکل اپنی ہنسی روک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ جب اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ غزنوی کی طرف مڑی۔

"آپ نکالیں انہیں باہر۔"

"ہمیں پتا تھا اب تم کیوں ہمیں گھاس ڈالو گی۔" سفیان نے ہنستے ہوئے ماسک اس کی طرف اچھالا تو وہ چیخ مار کر غزنوی کے پیچھے چھپ گئی۔

"بس بھئی ہماری بچی کو اور نہ ڈراؤ۔" کمال احمد نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"واہ انکل! آپ اس پلان میں پوری طرح شامل تھے۔" منیب کے کہنے پر زوہا نے منہ پھلا کر کمال احمد کو دیکھا۔

"لیکن پلان صوبی کا تھا۔" کمال احمد کی وضاحت پر زوہا نے اسے گھورا لیکن وہ بڑے آرام سے باہر کھسک گئی۔

"چلو تم لوگ نکلو باہر۔" حفصہ کے کہنے پر وہ دونوں منہ چڑاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔ ایک تو مجھے پہلے ہی ڈر لگ رہا تھا، اوپر سے اور ڈرا دیا۔ ابھی تک میرا دل اتنا تیز دھڑک رہا ہے۔" وہ اب بھی غصے سے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ غزنوی بہت پیار سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں کی تپش کا احساس ہوتے ہی وہ خاموش ہو گئی اور آہستہ سے رخ موڑ لیا۔ غزنوی چلتا ہوا اس کے پیچھے آ گیا اور کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیے۔

"میں تمہاری ہر دھڑکن کو سمجھتا ہوں۔ تم بتاؤ میرا دل کیا کہہ رہا ہے۔" زوہا کچھ دیر تک اس کی دھڑکن محسوس کرتی رہی۔ اس کا چہرہ سرخ ہوا تو اس نے جلدی سے ہاتھ کھینچے۔

"کیا کہہ رہا ہے۔" وہ شرارت سے اس کی طرف جھکا۔

"پتا نہیں۔" اس کا سر مزید جھک گیا۔

"تو پتا کرو نا۔" غزنوی نے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔ اسے یہ چہرہ بہت خوب صورت لگتا تھا۔ لیکن آج نزدیک سے وہ اور حسین لگ رہا تھا۔ تھوڑا گھبرایا ہوا، شرمایا ہوا۔ خاموشی پر زوہا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں آج اس کے اتنے ہی قریب تھیں۔ جتنی قریب دیکھنے کی اس نے کبھی خواہش کی تھی۔ اس کی نظروں کے والہانہ پن پر زوہا نے گھبرا کر اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا لیا تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔